فضائلِ نماز

تالیف
شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قَدَّسَ اللہ سِرُّہٗ

خطبہ و تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَنَشۡکُرُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَاَتۡبَاعِہٖ الۡحُمَاۃِ لِلدِّیۡنِ الۡقَوِیۡمِ، وَبَعۡدُ فَھٰذِہٖ اَرۡبَعُوۡنَۃٌ فِیۡ فَضَائِلِ الصَّلٰوۃِ جَمَعۡتُھَا اِمۡتِثَالاً لِاَمۡرِ عَمِّیۡ وَصِنۡوِ اَبِیۡ، رَقَّاہُ اللّٰہُ اِلَی الۡمَرَاتِبِ الۡعُلۡیَا وَوَفَّقَنِیۡ وَاِیَّاہُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرۡضٰی۔ اَمَّا بَعۡدُ:

اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے التفاتی کی جارہی ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اول اسی کا مطالبہ ہو گا، اس سے بھی نہایت غفلت اور لاپروائی ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی، تبلیغ کی کوئی صورت بارآور نہیں ہوتی، تجربہ سے یہ بات خیال میں آئی ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاک ارشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جائے، اگرچہ اس میں بھی جو مزاحمتیں حائل ہیں وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کیلئے کافی ہیں، تاہم امید یہ ہے کہ جو لوگ خالی الذہن ہیں اور دین کا مقابلہ نہیں کرتے ہیں، یہ پاک الفاظ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر ضرور اثر کریں گے اور کلام وصاحبِ کلام کی برکت سے نفع کی توقع ہے، نیز دوسرے دوستوں کو اس میں کامیابی کی امیدیں زیادہ ہیں، جن کی وجہ سے مخلصین کا اصرار بھی ہے، اس لئے اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ چونکہ نفسِ تبلیغ کے متعلق بندۂ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائل تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اس وجہ سے اس کو سلسلۂ تبلیغ کا نمبر ۲ قرار دیکر فضائل نماز کے نام کیساتھ موسوم کرتا ہوں۔ وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ

نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور سے پائے جاتے ہیں: ایک جماعت وہ ہے جو سرے سے نماز ہی کی پرواہ نہیں کرتی، دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا، تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں، مگر لاپروائی اور بری طرح سے پڑھتے ہیں۔ اس لئے اس رسالہ میں تینوں

مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کئے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم ﷺ کے پاک ارشادات اور ان کا ترجمہ پیش کر دیا، مگر ترجمہ میں وضاحت اور سہولت کا لحاظ کیا ہے، لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں، نیز چونکہ نماز کی تبلیغ کرنے والے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں، اس لئے حدیث کا حوالہ اور اس کے متعلق جو مضامین اہل علم سے تعلق رکھتے ہیں، وہ عربی میں لکھ دیئے گئے ہیں، کہ عوام کو ان سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنے والے حضرات کو بسا اوقات ضرورت پڑ جاتی ہے اور ترجمہ و فوائد وغیرہ اردو میں لکھ دیئے گئے ہیں۔

☆☆☆☆☆

باب اول

نماز کی اہمیت کے بیان میں

اس باب میں دو فصلیں ہیں: فصل اول میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے، اس کا بیان ہے۔

فصل اول

نماز کی فضیلت کے بیان میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔

(متفق عليه)

وقال المنذري في الترغيب، كتاب الصلوة، باب الترغيب في الصلوت الخمس، ۵۲۱، (۱۴۲/۱)۔ رواه البخاري، كتاب الإيمان، باب بني الإسلام على خمس: ۸، (۱۲/۱)۔ ومسلم، كتاب الإيمان، باب بيان أركان الاسلام: ۱۱۳، (۱۳۰/۱)۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے، سب سے اول لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دینا، یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

ف: یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم اَرکان ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطور مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے، جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے، پس کلمۂ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں اَرکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو، تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہو گی وہ جانب

ناقص اور گری ہوئی ہوگی۔ اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کرلینا چاہیئے، کہ اسلام کے اس خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے، اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں، حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کیلئے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے، مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ نماز۔ میں نے عرض کیا: اس کے بعد کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کونسا ہے؟ ارشاد فرمایا جہاد [1]۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم نماز ہے۔ اس کی تائید اس حدیثِ صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے "اَلصَّلٰوةُ خَيْرُ مَوْضُوْعٍ" [2]۔ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے مقرر فرمایا، وہ نماز ہے۔ اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے، چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبان، ابن عمرو، سلمہ، ابو امامہ، عُبادہ رضی اللہ عنہم، پانچ صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابن مسعود و انس رضی اللہ عنہما سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے [3]۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور امِ فروہ رضی اللہ عنہا سے اول وقت نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے، مقصد سب کا قریب قریب ایک ہی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِي ذَرٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِي الشِّتَآءِ، وَالْوَرَقُ يَتَهَافَتُ، فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِّنْ شَجَرَةٍ، قَالَ:

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے

---

[1] بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا: ۵۲۷
[2] (المعجم الاوسط، باب الالف من اسمہ محمد: ۲۴۳، (۱/ ۸۴)
[3] ابو داؤد، باب المحافظۃ علی وقت الصلوٰۃ: ۴۲٦

فَجَعَلَ ذٰلِكَ الْوَرَقُ يَتَهَافَتُ، فَقَالَ: يَا أَبَاذَرٍ، قُلْتُ: لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ، قَالَ: إِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّي الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللهِ، فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتَ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ۔

(حسن بالشواهد)

رواه أحمد بإسناد حسن، أخرجه أحمد في مسنده في حديث أبي ذر الغفاري بلفظ: خرج زمن الشتاء،: ۲۲۱۷۷، (۸/۵۷۳-۵۷۴) من طبعة، دار الكتب. **كذافي الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في الصلوٰة،: ۳۸۴، (۱/۱۹۷)۔

درختوں پر سے گر رہے تھے، آپ ﷺ نے ایک درخت کی ٹہنی ہاتھ میں لے لی، اس کے پتے اور بھی گرنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر! مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں، جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔

ف: سردی کے موسم میں درختوں کے پتے ایسی کثرت سے گرتے ہیں کہ بعضے درختوں پر ایک بھی پتہ نہیں رہتا، نبی اکرم ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھنے کا اثر بھی یہی ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ایک بھی نہیں رہتا، مگر ایک بات قابلِ لحاظ ہے، علماء کی تحقیق آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی وجہ سے یہ ہے کہ نماز وغیرہ عبادات سے صرف گناہِ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، اس لئے نماز کے ساتھ توبہ و استغفار کا اہتمام بھی کرنا چاہیے، اس سے غافل نہ ہونا چاہیے، البتہ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل سے کسی کے گناہ کبیرہ کو بھی معاف فرما دیں تو دوسری بات ہے۔

(۳) عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ رضي الله عنه قَالَ كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ رضي الله عنه تَحْتَ شَجَرَةٍ فَأَخَذَ غُصْنًا مِّنْهَا يَابِسًا فَهَزَّهٗ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهٗ ثُمَّ قَالَ: يَا أَبَا عُثْمَانَ، أَلَا تَسْأَلُنِيْ لِمَ أَفْعَلُ هٰذَا؟ قُلْتُ: وَلِمَ تَفْعَلُهٗ؟ قَالَ: هٰكَذَا فَعَلَ بِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ أَنَا مَعَهٗ تَحْتَ الشَّجَرَةِ، وَ أَخَذَ

ابو عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کیساتھ ایک درخت کے نیچے تھا انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی جس سے اس کے پتے گر گئے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابو عثمان! تم نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا: بتا دیجئے،

مِنْهَا غُصْنًا يَابِسًا، فَهَزَّهُ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهُ، فَقَالَ: يَا سَلْمَانُ، أَلَا تَسْأَلُنِيْ لِمَ أَفْعَلُ هٰذَا؟ قُلْتُ: وَلِمَ تَفْعَلُهُ؟ قَالَ: إِنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ صَلَّى الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ، تَحَاتَّتْ خَطَايَاهُ كَمَا تَحَاتَّ هٰذَا الْوَرَقُ، وَقَالَ: اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۭ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ۔

(صحیح بالشواھد والمتابعات)

رواه أحمد، في مسنده، في حديث سلمان الفارسي: ۲۴۳۵۰، (۶۱۱/۹) من طبعة دار الكتب۔ **والنسائي، والطبراني** في الكبير، باب السين، سهل بن حنظلة،: ۶۱۵۱، (۱۵۶۵/۵)۔ و **رواة أحمد** محتج بهم في الصحيح إلا علي بن زيد **كذا في الترغيب**۔

کیوں کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا، آپ ﷺ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس طرح کیا تھا، جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے، پھر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان! پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا کہ بتا دیجئے، کیوں کیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے، پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے، تو اس کی خطائیں اس سے ایسی ہی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں، پھر آپ نے قرآن کی آیت ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ تلاوت فرمائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں، بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کیلئے۔

ف: حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے جو عمل کر کے دکھلایا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعشّق کی ادنیٰ مثال ہے، جب کسی شخص کو کسی سے عشق ہوتا ہے تو اس کی ہر ادا بھاتی ہے اور اسی طرح ہر کام کے کرنے کو جی چاہا کرتا ہے، جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے، جو لوگ

محبت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کرنے میں اکثر ان افعال کی بھی نقل کرتے تھے، جو اس ارشاد کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے تھے۔ نماز کا اہتمام اور اس کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہونا جس کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے، اس کا احاطہ دشوار ہے، پہلے بھی متعدد روایات میں یہ مضمون گزر چکا ہے، علماء نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے، جیسا پہلے معلوم ہو چکا ہے، مگر احادیث میں صغیرہ کبیرہ کی کچھ قید نہیں ہے، مطلق گناہوں کا ذکر ہے۔

میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے وقت اس کی دو وجہیں ارشاد فرمائی تھیں: ایک یہ کہ مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے کہ اس کے ذمہ کوئی کبیرہ ہو، اولاً اس سے گناہ کبیرہ کا صادر ہونا ہی مشکل ہے اور اگر ہو بھی گیا، تو بغیر توبہ کے اس کو چین آنا مشکل ہے، مسلمان کی مسلمانی شان کا مقتضٰی یہ ہے کہ جب اس سے کبیرہ صادر ہو جائے تو اتنے رو پیٹ کر اس کو دھو نہ لے اس کو چین نہ آئے، البتہ صغیرہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف بسا اوقات التفات (دھیان) نہیں ہوتا ہے اور ذمہ پر رہ جاتے ہیں، جو نماز وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاص سے نماز پڑھے گا اور آداب و مستحبات کی رعایت رکھے گا، وہ خود ہی نہ معلوم کتنی مرتبہ توبہ استغفار کرے گا اور نماز میں أَلتَّحِيَّاتُ کی اخیر دعا ''اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ'' میں تو توبہ و استغفار خود ہی موجود ہے۔ ان روایات میں وضو کو بھی اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب و مستحبات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے، مثلاً ایک سنت اس کی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجہی ہے، حالانکہ حدیث میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے، ستر درجہ افضل ہے [1]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو، اس میں دس فائدے ہیں: (۱) منہ کو صاف کرتی ہے۔ (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۴) مسواک کرنے والے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ (۵) مسوڑھوں کو قوت

[1] مصنف ابن ابي شيبه، كتاب الطهارة، باب في السواك، ۱۸۰۳، (۱/۱۵۶)

دیتی ہے۔ (۶) بلغم کو قطع کرتی ہے۔ (۷) منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ (۸) صفرا کو دور کرتی ہے۔ (۹) نگاہ کو تیز کرتی ہے۔ (۱۰) منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور اس سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے[1] (منبہات ابن حجرؒ)۔

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر (۷۰) فائدے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمۂ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ستر (۷۰) مضرّتیں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آئے ہیں۔ وضو کے اعضاء قیامت کے دن روشن اور چمکدار ہوں گے اور اس سے حضور ﷺ فوراً اپنے امتی کو پہچان جائیں گے۔

(۴) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اَرَاَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهَرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ فِيهِ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسًا، هَلْ يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ؟ قَالُوْا: لَا يَبْقٰى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ۔ قَالَ: فَكَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ، يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔

(متفق عليه)

رواه البخاري في كتاب الصلوٰة، باب الصلوات الخمس كفارة: ۵۰۵، (۱/۱۹۷)۔ ومسلم في كتاب الصلوٰة، باب المشي الى الصلوٰة: ۱۵۲۰، (۵/۱۷۳)۔ والترمذي في أبوب الامثال، باب مثل الصلوات الخمس: ۲۸۶۸، (۶/۱۵۱)۔ والنسائي في سننه في كتاب الصلوٰة، باب فضل الصلوات الخمس: ۶۲، (۱/۲۳۰)۔ كذافي الترغيب، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في الصلوٰة: ۳۵۲، (۱/۱۸۷)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازہ پر نہر جاری ہو جسمیں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو، کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ جل شانہ ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

(۴ - ب) عَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَثَلُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال

[1] الغرائب الملتقط، ۲۲۳۵

الصَّلٰوتِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ، يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ۔

ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو، اس میں روزانہ پانچ دفعہ غسل کرے۔

(صحیح)

رواہ مسلم في كتاب الصلوة، باب المشي الى الصلوة: ۱۵۲۱، (۱۷۳/۵) **كذا في الترغيب**، كتاب الصلوة، باب الترغيب في الصلوات الخمس،: ۳۵۶، (۱۸۹/۱)۔

ف: جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور پانی جتنا بھی گہرا ہو گا، اتنا ہی صاف اور شفاف ہو گا، اسی لئے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے صاف پانی سے آدمی غسل کرے گا اتنی ہی صفائی بدن پر آئیگی۔ اسی طرح نمازوں کی وجہ سے اگر آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں، تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے، جس قسم کا مضمون ان دو حدیثوں میں ارشاد ہوا ہے، اس قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف الفاظ میں نقل کیا گیا ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کیلئے کفارہ ہیں[1]، یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں، وہ نماز کی برکت سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مثلا ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے، جس میں وہ کچھ کاروبار کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کے بدن پر کچھ گرد و غبار میل کچیل لگ جاتا ہے اور اس کے کارخانے اور مکان کے درمیان میں پانچ نہریں پڑتی ہیں، جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے۔ اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے کہ جب کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا اور لغزش وغیرہ ہو جاتی ہے تو نمازوں میں دعا استغفار کرنے سے اللہ جل شانہ بالکل اس کو معاف فرما دیتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کی مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے کہ اللہ جل شانہ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں بہت قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے بات ذرا اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے، اس لئے مختلف مثالوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مضمون

[1] مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوۃ الخمس، ۲۳۳، (۲۰۹/۱)

کو واضح فرما دیا ہے۔ اللہ جل شانہ کی اس رحمت اور وسعت مغفرت اور لطف و انعام اور کرم سے ہم لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو کسی کا کیا نقصان ہے۔ اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں۔ ہم لوگ گناہ کرتے ہیں، نافرمانیاں کرتے ہیں، حکم عدولیاں کرتے ہیں، تعمیل ارشاد میں کوتاہیاں کرتے ہیں، اس کا مقتضٰی یہ تھا کہ قادر عادل بادشاہ کے یہاں ضرور سزا ہوتی اور اپنے کئے کو بھگتتے، مگر اللہ کے کرم پر قربان کہ جس نے اپنی نافرمانیاں اور حکم عدولیاں کرنے کی تلافی کا طریقہ بھی بتا دیا، اگر ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں تو ہماری حماقت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت اور لطف تو عطا کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص سوتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ تہجد پڑھوں گا اور پھر آنکھ نہ کھلے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور سونا مفت میں رہا[1]، کیا ٹھکانا ہے اللہ کی دَین اور عطا کا؟ اور جو کریم اس طرح عطائیں کرتا ہو اس سے نہ لینا کتنی سخت محرومی اور کتنا زبردست نقصان ہے۔

(۵) عَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزِعَ اِلَى الصَّلٰوةِ۔ (ض)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

أخرجه **أحمد في مسنده**، في مسند حذيفة بن اليمان: ۲۳۹۴۳، (۴۹۶/۹)۔ **وأبوداود** في كتاب الصلوٰة، باب قيام النبى صلى الله عليه وسلم من الليل: ۱۳۱۳، (۲۰۴/۲)۔ **وابن جرير** في تفسيره تحت الاية: ۴۵، البقرة۔ **كذافي الدر المنثور** تحت الآية: ۴۵، البقرة۔

ف: نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے، اس لئے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمت الٰہی مساعد و مددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے۔ بہت سی روایتوں میں مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو ہر قدم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرمانے والے ہیں، ان کے حالات میں بھی یہ چیز نقل کی گئی ہے۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی، مسجد سے نہ نکلتے[2]۔ اس طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوراً

---

[1] ابوداود، کتاب الصلوہ، ابواب قیام اللیل، ۱۳۱۴، (۳۴/۲)

[2] المطر والرعد لابن ابی الدنیا، ۱۳۱

نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے [1]۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ سفر میں تھے، راستے میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا، اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی پھر "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (البقرة: ۴۵) تلاوت کی [2]۔

ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ان کے بھائی قثم رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی، راستہ سے ایک طرف کو ہو کر اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے، اس کے بعد اٹھے اور اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی آیت ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ﴾ تلاوت فرمائی [3]۔ (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ، اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے، مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ دشوار نہیں۔ خشوع کا بیان تیسرے باب میں مفصل آرہا ہے، انہیں کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گر گئے، کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مشغول ہو جاؤ، اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہو گا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا [4]۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے، ان سے فرمایا کہ میں ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ وہ مجھے روئے اور جب میری روح نکل جائے، تو ہر شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرے، پھر مسجد میں جائے اور نماز پڑھ کر میرے واسطے استغفار کرے، اس لئے کہ اللہ جل شانہ نے ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ کا حکم فرمایا ہے۔ اس کے بعد مجھے قبر کے گڑھے میں پہنچا دینا [5]۔ حضرت امِ

[1] مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عباس، ۱۸۹۳۷
[2] شعب الایمان، الباب السبعون فی الصبر، ۹۶۸۲
[3] تفسیر سنن سعید بن منصور، ۲۲۹، (۱/ ۲۷۰)
[4] ابو داود، ابواب الوتر، ۱۱۹۷، (۱/ ۳۱۱)
[5] شعب الایمان، فصل فی ستره علی نفسه، ۹۲۳۴

کلثوم رضی اللہ عنہا خاوند حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہو گئی کہ سب نے انتقال ہو جانا تجویز کر لیا، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی، نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو بھی افاقہ ہوا، لوگوں سے پوچھا: کیا میری حالت موت کی سی ہو گئی تھی؟ لوگوں نے عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ چلو اَحکَمُ الحَاکِمِینَ کی بارگاہ میں تمھارا فیصلہ ہونا ہے، وہ مجھے لے جانے لگے تو ایک تیسرے فرشتے آئے اور ان دونوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ، یہ ان لوگوں میں ہیں جن کی قسمت میں سعادت اسی وقت لکھ دی گئی تھی جب یہ ماں کے پیٹ میں تھے، اور ابھی ان کی اولاد کو ان سے اور فوائد حاصل کرنے ہیں، اس کے بعد ایک مہینہ تک حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ زندہ رہے، پھر انتقال ہوا [1]۔

حضرت نضر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا، میں دوڑتا ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے؟ انہوں نے فرمایا: خدا کی پناہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی، تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی [2]۔ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے ﴿وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا﴾ (طٰہ: ۱۳۲) الآیہ۔ (ترجمہ) اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیۓ اور خود بھی اس کا اہتمام کیجیۓ، ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے، روزی تو آپ کو ہم دیں گے [3]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے، دینی ہو یا دنیوی، اس کا تعلق مالک الملک سے ہو، یا کسی آدمی سے، اس کو چاہیے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے، پھر اللہ جل شانہ کی حمد و ثنا کرے، اور پھر درود شریف پڑھے، اس کے بعد یہ دعا پڑھے، تو انشاء اللہ اس کی حاجت ضرور پوری ہو گی [4]، دعا یہ ہے:۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ

---

[1] مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، ۳۰۶۶

[2] ابو داود، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ عند الظلمۃ، ۱۱۹۶، (۱/۳۱۱)

[3] شعب الایمان، کتاب الصلوۃ، باب تحسین الصلوۃ، ۲۹۱۱

[4] ترمذی، باب فی صلوۃ الحاجۃ، ۴۷۹، (۲/۳۴۴)

الْعَظِيْمِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَّا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهٗ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهٗ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

وھب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعے طلب کی جاتی ہیں اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ جس پر بھی کوئی حادثہ گزرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا، کہتے ہیں کہ کوفہ میں ایک قلی تھا، جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا۔ امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان، روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں جارہا تھا، راستہ میں ایک شخص اس کو ملا، پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ قلی نے کہا: فلاں شہر کا۔ وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے، میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کر لے؟ قلی نے اس کو منظور کر لیا وہ سوار ہو گیا، راستہ میں ایک دوراہا ملا، سوار نے پوچھا: کدھر کو چلنا چاہیے؟ قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا، سوار نے کہا: یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ قلی نے کہا: میں نے یہ راستہ دیکھا نہیں۔ سوار نے کہا: میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں۔ قلی نے کہا: اچھی بات ہے، اسی راستہ کو چلیے۔ تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل پر ختم ہو گیا، جہاں بہت سے مردے پڑے تھے، وہ شخص سواری سے اترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ قلی نے کہا، کہ ایسا نہ کر۔ یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے، یہی تیرا مقصود ہے، مجھے قتل نہ کر، اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے ماروں گا، پھر یہ سب کچھ لوں گا، اس نے بہت عاجزی کی، مگر اس ظالم نے ایک بھی نہ مانی۔ قلی نے کہا: اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا: جلدی سے پڑھ لے، ان مردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی، مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی، الحمد شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی۔ ادھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی ختم کر، بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی، ﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾۔ (النمل:

۶۲)۔الآیہ۔ یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا، جس کے سر پر چمکتا ہوا خَود (لوہے کی ٹوپی) تھا، اس نے نیزہ مار کر اس ظالم کو ہلاک کر دیا، جس جگہ وہ ظالم مر کر گرا، آگ کے شعلے اس جگہ سے اٹھنے لگے، یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا، اللہ کا شکر ادا کیا، نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا، اس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو؟ کیسے آئے؟ اس نے کہا کہ میں اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ کا غلام ہوں، اب تم مامون (امن میں) ہو، جہاں چاہے جاؤ۔ یہ کہہ کر چلا گیا[1]۔

در حقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے اور سکونِ قلب تو حاصل ہوتا ہی ہے۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنت کے جانے میں اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دے دیا جائے، تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا، اس لئے کہ جنت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: بڑا قابل رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہو (یعنی اہل و عیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو)، نماز سے وافر حصہ اس کو ملا ہو، روزی صرف گزارے کے قابل ہو، جس پر صبر کر کے عمر گزار دے، اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو، گمنامی میں پڑا ہو، جلدی سے مر جاوے، نہ میراث زیادہ ہو، نہ رونے والے زیادہ ہوں[2]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کرو، گھر کی خیر میں اضافہ ہو گا[3]۔

(٦) عَنۡ اَبِی مُسۡلِمِ ِِ التَّغۡلَبِیِّ قَالَ: دَخَلۡتُ عَلٰی اَبِی اُمَامَةَ وَهُوَ فِی الۡمَسۡجِدِ، فَقُلۡتُ: يَا أَبَاأُمَامَةَ: إِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیۡ مِنۡكَ أَنَّكَ سَمِعۡتَ رَسُوۡلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَقُوۡلُ: مَنۡ تَوَضَّأَ فَأَسۡبَغَ الۡوُضُوۡءَ، غَسَلَ يَدَيۡهِ وَوَجۡهَهٗ، وَمَسَحَ عَلٰی رَأۡسِهٖ وَأُذُنَيۡهِ، ثُمَّ قَامَ اِلٰی صَلٰوةٍ

ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، وہ مسجد میں تشریف فرما تھے میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز

[1] نزہۃ المجالس [2] مسند احمد، حدیث ابی امامہؓ، ۲۲۱۶۷ [3] شعب الایمان، ۸۳۸۵

مَّفْرُوْضَةٍ، غَفَرَ اللهُ لَهٗ فِی ذٰلِكَ الْيَوْمِ مَا مَشَتْ اِلَيْهِ رِجْلَاهُ، وَقَبَضَتْ عَلَيْهِ يَدَاهُ، وَسَمِعَتْ اِلَيْهِ اُذُنَاهُ، وَنَظَرَتْ اِلَيْهِ عَيْنَاهُ، وَحَدَّثَ بِهٖ نَفْسُهٗ مِنْ سُوْءٍ، فَقَالَ: وَاللهِ لَقَدْ سَمِعْتُهٗ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِرَارًا۔

(صحيح بالمتابعة والشواهد)

رواه أحمد بلفظة: مرارا، مكان: "مالا احصيه"، مسند ابى أمأمة الباهلي، : ۲۲۹۱۰، (۲۲۰/۹) **من طبعة دار الكتب۔ والغالب على سنده الحسن، وتقدم له شواهد في الوضوء كذا في الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في الصلوٰة: **۲۰۹**، (۱۰۹/۱)۔ قلت: وقد روى معنى الحديث عن ابى أمامة بطريق في مجمع الزوائد، كتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، : ۱۱۲۵، (۵۱۶/۱)

پڑھے، تو حق تعالیٰ جل شانہ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوئے ہوں، اور وہ گناہ جن کو اس کے ہاتھوں نے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہیں، اور وہ گناہ جن کو اس کی آنکھوں نے کیا ہو، اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوئے ہوں، سب کو معاف فرما دیتے ہیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی دفعہ سنا ہے۔

ف: یہ مضمون بھی کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عثمان، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، حضرت عبد اللہ صُنابحی، حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہم، وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہل کشف ہوتے ہیں، ان کو گناہوں کا زائل ہو جانا محسوس بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرما لیتے تھے کہ کونسا گناہ اس میں دھل رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ "کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہیے" [1] اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھمنڈ پر کہ نماز سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، گناہوں پر جرأت نہیں کرنا چاہیے، اس لئے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں، ان کو اگر حق تعالیٰ جل شانہ اپنے لطف وکرم سے قبول فرما لیں تو ان کا لطف، احسان وانعام ہے، ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، مگر ہماری نماز بھی اس قابل ہے، اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس

[1] ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب ثواب الطہور، ۲۸۵، (۱۰۵/۱)

وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے، معاف کرنے والا ہے، انتہائی بے غیرتی ہے۔ اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جو فلاں کام کریں در گزر کرتا ہوں، تو وہ نالائق بیٹے اس وجہ سے کہ باپ نے درگزر کرنے کو کہہ دیا ہے، جان جان کر اس کی نافرمانیاں کریں۔

(۷) عَنِ ابِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: کَانَ رَجُلَانِ مِنْ بَلِيٍّ۔ حَیٌّ مِّنْ قُضَاعَةِ۔ اَسْلَمَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَاسْتُشْهِدَ اَحَدُهُمَا، وَاُخِّرَ الْاٰخَرُ سَنَةً، قَالَ طَلْحَةُ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ: فَرَاَيْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا، اُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِيْدِ، فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ، فَاَصْبَحْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَوْ ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ: اَلَيْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهٗ رَمَضَانَ، وَصَلّٰى سِتَّةَ اٰلَافِ رَكْعَةٍ، وَكَذَا وَكَذَا رَكْعَةً صَلٰوةَ سَنَةٍ۔

(صحیح بالشواہد)

رواہ أحمد بإسناد حسن في مسندہٖ، مسند العشرۃ المبشرین بالجنة،: ۱۴۱۹، (۴۵۲/۱)۔ **ورواه ابن ماجه** في كتاب تعبير الرؤيا، باب تعبير الرؤيا،: ۳۹۲۵، (۱۲۹۳/۲)۔ **وابن حبان في صحيحه،** كتاب الجناءز، فصل في أعمال هٰذه الا مة،: ۲۹۸۲، ص (۲۴۸/۷)۔ **والبيهقي في شعب الإيمان،** الباب الحادي عشر، فصل في صلوات وما في أدا ءهن،: ۲۵۵۷، ص (۳۰۴/۴) كلهم عن طلحة بنحوه أطول منه۔ **وزاد ابن ماجه وابن حبان في اٰخره: "فلما بينهما اطول ما بين السماء والا رض"۔ كذا في الترغيب،** كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في الصلوات الخمس،: ۵۴۸، (۱۴۹/۱)۔ ولفظ أحمد في النسخة التي بايدينا: الخمس،: "او كذا او كذا ركعة" بلفظ: او۔ وفي الدر تحت الاية: **۲۵۳**، البقرة: أخرجه مالك في المؤطا، كتاب النداء للصلوٰة، باب جامع الصلوٰة،: ۶۰۰، (۲۷۳/۲)۔ **وأحمد۔۔۔۔۔ والنسائي** في الكبرىٰ، كتاب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے، ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا، ان شہید سے بھی پہلے جنت میں داخل ہو گئے، تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے، وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں۔ ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔

الجناءز، باب الدعاء،: ۲۱۲۳، (۲/۴۴۷)۔ وابن خزيمة في كتاب الصلوٰة باب فضائل الصلوات الخمس: ۳۱۰، (۱/۱۶۰)۔ **والحاكم** في كتاب الصلوٰة، باب في فضل الصلوات الخمس،: ۷۱۸، (۱/۳۱۶) **وصححه، وأقر عليه الذهبي۔ والبيهقي في شعب الإيمان**، عن عامر بن سعد، قال: "سمعت سعدا وناسا من الصحابة، يقولون: كان رجلاَن أخران في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكان أحدهما أفضل من الاٰخر فتوفي الذي هو أفضلهما، ثم عمر الاٰخر بعده أربعين ليلة" الحديث، قد مر تخريجه۔۔ وقد أخرج أبو داود بمعنى حديث الباب، من حديث عبيد بن خالد، بلفظ: "قتل أحدهما ومات الاٰخر بعده بجمعة" الحديث، قد مر تخريجه۔

ف: اگر ایک سال کے تمام مہینے انیتس دن کے لگائے جائیں اور صرف فرض اور وتر کی بیس رکعتیں شمار کی جائیں، تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس دن کے ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور سنتیں اور نوافل بھی شمار کئے جائیں تو کیا ہی پوچھنا۔

ابن ماجہ میں یہ قصہ اور بھی مفصل آیا ہے، اس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جو خواب دیکھنے والے ہیں، وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے، ایک صاحب بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے تھے، وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحب بھی وہاں ہیں، اندر سے ایک شخص آئے اور ان صاحب کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا، اندر جانے کی اجازت ہو گئی اور جو صاحب شہید ہوئے تھے، وہ کھڑے رہ گئے، تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور ان شہید کو بھی اجازت ہو گئی اور مجھ سے یہ کہا کہ تمھارا ابھی وقت نہیں آیا، تم واپس چلے جاؤ۔

میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا، سب کو اس پر تعجب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں اجازت کیوں ہوئی، ان کو تو پہلے ہونی چاہیے تھی؟ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے اس کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے بھی تھے اور جنت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی؟ عرض کیا: بے شک کی۔ ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے پورے ایک رمضان کے روزے ان سے زیادہ نہیں رکھے؟ عرض کیا

گیا: بیشک رکھے۔ ارشاد فرمایا: کیا انہوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کیئے؟ عرض کیا گیا: بیشک کیئے، حضور ﷺ نے فرمایا: پھر ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا[1]۔

اس نوع کے قصے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آئے۔ ابو داؤد شریف میں دو صحابہ رضی اللہ عنہما کا قصہ اسی قسم کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا انتقال ایک ہفتہ بعد ہوا، پھر بھی وہ جنت میں پہلے داخل ہو گئے[2]۔ حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ نہیں کہ نماز کتنی قیمتی چیز ہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے۔ حضور ﷺ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے، معمولی چیز نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک چالیس روز پہلے انتقال کر گئے، دوسرے بھائی کا چالیس روز بعد انتقال ہوا۔ پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے لوگوں نے ان کو بہت بڑھانا شروع کر دیا، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دوسرے بھائی مسلمان نہ تھے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بیشک مسلمان تھے، مگر معمولی درجہ میں تھے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ ان چالیس دن کی نمازوں نے ان کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ نماز کی مثال ایک میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے، جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو اس کے بدن میں کیا میل رہ سکتا ہے؟ اس کے بعد دوبارہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمھیں کیا معلوم کہ اس کی نماز نے جو بعد میں پڑھی گئیں، اس کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے[3]۔

(۸) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهٗ قَالَ: يُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلٰوةٍ، فَيَقُوْلُ: يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ، قُوْمُوْا فَاَطْفِئُوْا مَا اَوْقَدْتُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ، فَيَقُوْمُوْنَ، فَيَتَطَهَّرُوْنَ،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد! اٹھو اور جہنم کی اس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع

[1] ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب تعبیر الرءیا، ۳۹۲۵
[2] کتاب الجہاد، ۲۵۲۴، (۱۶/۳)
[3] مؤطا امام مالک، باب النداء، ۶۰۰

وَيُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ، فَيَغْفِرُ لَهُمْ مَا بَيْنَهُمَا، فَإِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَإِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَإِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ، فَيَنَامُوْنَ، فَمُدْلِجٌ فِيْ خَيْرٍ، وَمُدْلِجٌ فِيْ شَرٍّ۔

(ض)

رواه **الطبراني في الكبير**، باب العين: ١٠٢٥٢، (٨/٢٥٧٠)۔
كذا في الترغيب، كتاب الصلوة، باب الترغيب في الصلوات الخمس، ٣٥٩: (١/١٨٩)۔

کر دیا ہے، بجھاؤ، چنانچہ (دیندار لوگ) اٹھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں، جس کی وجہ سے ان کے گناہوں کی (صبح سے ظہر تک کی) مغفرت کر دی جاتی ہے، اسی طرح پھر عصر کے وقت، پھر مغرب کے وقت، پھر عشاء کے وقت، (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے) عشاء کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس کے بعد اندھیری میں بعض لوگ برائیوں (زناکاری، بدکاری، چوری، وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز، وظیفہ، ذکر، وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

ف: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ استغفار خود موجود ہے جیسا کہ اوپر گذرا، اس لئے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو۔ خود حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔ ﴿اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (الھود: ١١٤) جیسا کہ حدیث نمبر ٣ میں گذرا۔

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب عشاء کی نماز ہو لیتی ہے، تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں: ایک وہ جماعت ہے جس کیلئے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے، یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت

سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں، ان کی رات ان کیلئے اجر و ثواب بن جاتی ہے، دوسری وہ جماعت ہے جس کیلئے رات وبال ہے، عذاب ہے، یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے، ان کی رات ان پر وبال بن جاتی ہے۔ تیسری وہ جماعت ہے جو عشاء کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے اس کیلئے نہ وبال ہے نہ کمائی، نہ کچھ گیا نہ آیا[1]۔

(۹) عَنْ اَبِي قَتَادَةَ بْنِ رِبْعِيٍّ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: اِنِّيْ افْتَرَضْتُ عَلٰى اُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ، وَعَهِدْتُّ عِنْدِيْ عَهْدًا أَنَّهٗ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ، اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ فِيْ عَهْدِيْ، وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهٗ عِنْدِيْ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمھاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لئے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے، اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

(حسن بالشواهد)

كذافي الدرالمنثور، تحت الآية: ۲۵۳، البقرة- برواية ابی داود، كتاب الصلوٰة، باب في المحافظة على وقت الصلوات: ۴۲۸، (۱/۳۵۲)- **وابن ماجه،** كتاب إقامة الصلوٰة، باب ما جاء في فرض الصلوات ا: ۱۴۰۳، (۱/۴۵۰)- وفيه أيضا: أخرج مالك في كتاب صلوٰة الليل، باب الامر بالوتر: ۱۴، (۱/۱۲۳)- **وابن ابی شيبة** في مصنفه في كتاب الصلوٰة، باب من قال: الوتر واجب: ۶۹۲۳، (۲/۲۶۹)- **وأحمد و أبو داود،** قد مر التخريج- **والنسائي** في سننه في كتاب الصلوٰة، باب المحافظه على الصلوات الخمس: ۴۶۱، (۱/۲۳۰)- **وابن ماجه،** قد مر- **وابن حبان** في كتاب الصلوٰة، باب فضل صلوات الخمس: ۱۷۳۲، (۵/۲۳)- **والبيهقي** في السنن الصغرىٰ، كتاب الصلوٰة، باب مواقيت الصلوٰة: ۲۶۴، (۱/۱۹۴) عن عبادة بن الصامت، فذكر معنى حديث الباب مرفوعا، بأطول منه-

ف: ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور وضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں، جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے، خشوع و خضوع سے پڑھے، حق تعالیٰ شانہ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے، اللہ تعالیٰ کا

[1] المعجم الکبیر، سلمان الفارسی، ۶۰۵۱

کوئی عہد اس سے نہیں، چاہے اس کی مغفرت فرمائیں، چاہے عذاب دیں[1]۔ کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اس کے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذمہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلا دے، یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جائے، یا کسی قسم کی ضمانت کر لے، تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر احسان مند اور گرویدہ بن جاتا ہے۔ یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے، مالک الملک، دو جہاں کا بادشاہ عہد کرتا ہے، پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپروائی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے، اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

(۱۰) عَنِ ابْنِ سَلْمَانَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَجُلاً مِّنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَهُ، قَالَ: لَمَّا فَتَحْنَا خَيْبَرَ، أَخْرَجُوا غَنَائِمَهُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبِي فَجَعَلَ النَّاسُ يَتَبَايَعُونَ غَنَائِمَهُمْ، فَجَاءَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَّا رَبِحَ الْيَوْمَ مِثْلَهُ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ الْوَادِي۔ قَالَ: وَيْحَكَ! وَمَا رَبِحْتَ؟ قَالَ: مَا زِلْتُ أَبِيعُ وَأَبْتَاعُ حَتّٰى رَبِحْتُ ثَلٰثَ مِائَةِ أُوْقِيَةٍ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أُنَبِّئُكَ بِخَيْرِ رَجُلٍ رَبِحَ۔ قَالَ: مَا هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ: رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ۔

(ض)

أخرجه ابوداود، كتاب الجهاد، باب التجارة في الغزو: ۲۷۸۵،

ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیبر کو فتح کر چکے، تو لوگوں نے اپنے مالِ غنیمت کو نکالا، جس میں متفرق سامان تھا اور قیدی تھے اور خرید و فروخت شروع ہو گئی، (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا) اتنے میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے آج کی اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہ مل سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! میں سامان خریدتا اور بیچتا رہا جس میں تین سو اوقیہ چاندی نفع میں بچی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ابوداود، کتاب الصلوۃ، باب فی المحافظہ علی الصلوۃ ۴۲۵، (۱/ ۱۱۵)

(۳۵۲/۳)۔وسکت عن اخراج ھٰذا الحدیث المنذري۔

نے ارشاد فرمایا میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا: حضور! ضرور بتائیں۔ ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو (۲) رکعت نفل۔

ف: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً چار آنہ کا، تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا، جس کے مقابلہ میں دو جہاں کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا۔ حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہنے والا اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہے۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے، تو پھر واقعی زندگی کا لطف ہے۔ اور حق یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت، اسی وجہ سے حضور اقدس، سید البشر فخر رُسل نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیت جو فرمائی ہے اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے [1]۔ متعدد حدیثوں میں اس کی وصیت مذکور ہے، منجملہ ان کے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبان مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے، اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی [2]۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا [3]۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کیلئے لشکر بھیجا، جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سارا مالِ غنیمت لے کر آیا، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدت میں ایسی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے بہت زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک اسی جگہ بیٹھے رہیں، آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے، نکل جائے) تو دو

[1] ابن ماجہ، کتاب الوصایا، ۲۶۹۸، (۹۰۱/۲)
[2] ابن ماجہ، کتاب الجنائز، ۱۶۲۵، (۵۱۹/۱)
[3] مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۵۸۵

رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں، یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں[1]۔

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفی اور بزرگ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا: (۱) روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی۔ (۲) اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ (۳) منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا، تو اس کو قرأت میں پایا۔ (۴) پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا۔ (۵) عرش کا سایہ خلوت میں پایا[2]۔ حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے تبرکا چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا[3]۔ (۲) نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو[4]۔ (۳) آدمی کے اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے[5]۔ (۴) اسلام کی علامت نماز ہے، جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے، وہ مومن ہے[6]۔ (۵) حق تعالیٰ شانہ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے، تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں[7]۔ (۶) نماز دین کا ستون ہے[8]۔ (۷) نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے[9]۔ (۸) نماز مومن کا نور ہے[10]۔ (۹) نماز افضل جہاد ہے[11]۔ (۱۰) جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں، جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹاتے ہیں[12]۔

(۱۱) جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی

---

[1] ترمذی، ابواب الدعوات، ۳۵۶۱، (۵/۵۵۹)
[2] نزہۃ المجالس
[3] حلیۃ الاولیاء، (۵/۲۳۳)
[4] شعب الایمان، ۱۰۵۴۲
[5] ابن ماجہ، ۱۰۸۰، (۱/۳۴۲)
[6] مسند الشہاب، ۱۶۵
[7] الغرائب، ۷۳۸
[8] شعب الایمان، ۲۸۰۷
[9] الغرائب، ۱۹۵۹
[10] ابن ماجہ، ۴۲۱۰
[11] المعجم الکبیر، ۳۵۹
[12] ابوداود، ۹۰۹

ہے[۱]۔ (۱۲) اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی[۲]۔ (۱۳) اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا[۳]۔ (۱۴) سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے[۴]۔ (۱۵) اللہ جل شانہ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسند یہ ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے[۵]۔ (۱٦) اللہ جل شانہ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے[٦]۔ (۱۷) جنت کی کنجیاں نماز ہیں[۷]۔ (۱۸) جب آدمی نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہ کے اور اس نمازی کے درمیان پردے ہٹ جاتے ہیں، جب تک کہ کھانسی وغیرہ میں مشغول نہ ہو[۸]۔ (۱۹) نمازی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکھٹاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے[۹]۔ (۲۰) نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں[۱۰]۔ (۲۱) نماز دل کا نور ہے، جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنالے[۱۱]۔ (۲۲) جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع و خضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے، اللہ تعالیٰ شانہ معاف فرما دیتے ہیں[۱۲]۔ (۲۳) زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعے سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے[۱۳]۔ (۲۴) جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے، تو حق تعالیٰ شانہ وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں، خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد، مگر قبول ضرور فرماتے ہیں[۱۴]۔

(۲۵) جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے، تو اس کو جہنم کی آگ سے بری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے[۱۵]۔ (۲٦) جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے، اللہ جل شانہ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے[۱٦]۔ (۲۷) جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے، ان کے رکوع و سجود اور وضو وغیرہ کو

[۱] شعب الایمان، ۲٦۸۰
[۲] سنن کبری للنسائی، ۷۳۰
[۳] مسند احمد، ۷۹۲۷
[۴] نسائی، ٦۱۱
[۵] المعجم الاوسط، ٦۰۷۵
[٦] مسلم، ۴۸۲
[۷] شعب الایمان، ۲۴۵۵
[۸] المعجم الکبیر، ۷۹۸۰
[۹] الغرائب، ۹۰۵
[۱۰] المعجم الاوسط، ۲۲۹۲
[۱۱] الغرائب، ۱۹۲۳
[۱۲] الاحاد والمثانی، ۲۰۴۰
[۱۳] المعجم الکبیر، ۱۱۴۷۰
[۱۴] کنز العمال، ۱۹۰۱۸
[۱۵] تاریخ ابن عساکر، ۵۰۵۵
[۱٦] کنز العمال، ۱۹۰۴۰

اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اس کیلئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے[۱]۔ (۲۸) مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے، شیطان اس سے ڈرتا رہتا ہے۔ اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے، تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے[۲]۔ (۲۹) سب سے افضل عمل اول وقت میں نماز پڑھنا ہے[۳]۔ (۳۰) نماز ہر متقی کی قربانی ہے[۴]۔ (۳۱) اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل نماز کو اول وقت میں پڑھنا ہے[۵]۔

(۳۲) صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے[۶]۔ (۳۳) ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا[۷]۔ (۳۴) ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں[۸]۔ (۳۵) جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الٰہیہ اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے[۹]۔ (۳۶) افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے، مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں[۱۰]۔ (۳۷) میرے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) خواہ کتنا ہی آپ زندہ رہیں، آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہیں محبت کریں، آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (بھلا یا برا) اس کا بدلہ ضرور ملے گا، اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغناء ہے[۱۱]۔ (۳۸) اخیر رات کی دو ۲ رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں، اگر مجھے مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا[۱۲]۔ (۳۹) تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے، تہجد گناہوں سے روکتی ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے، اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے[۱۳]۔ (۴۰) حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد! تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن، میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا[۱۴]۔

---

[۱] مسند احمد، ۱۸۳۴۵
[۲] الغرائب، ۲۹۶۲
[۳] بخاری، ۷۵۳۴
[۴] مسند الشھاب، ۲۶۵
[۵] نسائی، ۶۱۱
[۶] ابن ماجہ، ۲۲۳۴
[۷] ترمذی، ۳۱۲۸
[۸] المعجم الاوسط، ۶۳۳۲
[۹] ابوداود، ۹۴۵
[۱۰] السنن الکبری، ۱۳۱۰
[۱۱] المعجم الاوسط، ۱۰۰۵۷
[۱۲] کنز العمال، ۱۲۷۸۲
[۱۳] ترمذی، ۳۵۴۹
[۱۴] ابوداود، ۱۲۸۹

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذکر کی گئی ہیں، چالیس ۴۰ کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی شخص ان کو حفظ یاد کر لے، تو چالیس حدیثیں یاد کرنے کی فضیلت حاصل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جل شانہ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو، اسی دولت کی وجہ سے حضور ﷺ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اس میں فرمائی [1] اور اسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس ﷺ رات کا اکثر حصہ نماز میں ہی گزار دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی [2]، متعدد احادیث میں ارشاد نبوی نقل کیا گیا: "إِتَّقُو اللهَ فِي الصَّلٰوة"، "نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو" [3]۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے [4]۔

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گزرا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا، حضور ﷺ کے پیچھے نیت باندھ لی، حضور ﷺ سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سو آیتوں پر رکوع کر دیں گے، مگر جب وہ گزر گئیں اور رکوع نہ کیا تو میں نے سوچا دو سو پر رکوع کریں گے، مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورت کے ختم ہی پر کریں گے، جب سورت ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے کئی مرتبہ "أَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ أَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ" پڑھا اور سورۂ آلِ عمران شروع کر دی، میں سوچ میں پڑ گیا، آخر میں نے خیال کیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں ہی گے، حضور ﷺ نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ "أَللّٰهُمَّ لَکَ الْحَمْدُ" پڑھا اور سورۂ مائدہ شروع کر دی، اس کو ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے رہے جو سمجھ میں نہ آیا، اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْأَعْلٰی" بھی پڑھتے رہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے، اس کے بعد دوسری رکعت میں سورۂ اَنعام شروع کر دی، میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز

---

[1] نسائی، باب حب النساء، ۳۹۴۰
[2] مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب، ۸۵۸
[3] سنن ابی داود، باب فی حق المملوک، ۵۱۵۶
[4] بخاری، ۵۲۷

پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا[1]۔

پہلی رکعت میں تقریباً پانچ سیپارے ہوئے اور پھر حضور اقدس ﷺ کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا جدا کر کے پڑھتے تھے[2]، ایسی صورت میں کتنی لمبی رکعت ہوئی ہو گی۔ انہیں وجوہ سے آپ ﷺ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا، مگر جس چیز کی لذت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی۔ ابو اسحٰق سبیعیؒ مشہور محدث ہیں، سو (۱۰۰) برس کی عمر میں انتقال فرمایا اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا، دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھی جاتی ہیں، زیادہ نہیں پڑھا جاتا[3]۔ یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔

محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا، اس کا ایک لڑکا تھا، جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں شوقیہ اشعار میں رہتا تھا۔ وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا، اس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا سمجھاؤ، میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا ہوا تھا، وہ سامنے سے گزرا، میں نے اسے بلایا، وہ آیا، سلام کر کے بیٹھ گیا، میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا: چچا! شاید آپ محنت میں کمی کا مشورہ دیں گے، چچا جان! میں نے اس محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرے۔ انہوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلا لئے گئے، جب وہ بلائے گئے، تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے۔ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہو گا، وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے۔ چچا جان! ان جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کئے، ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا، جن کو سن کر ہم لوگ متحیر رہ گئے، اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا، تیسرے دن ہم نے سنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً (نزہۃ)۔

اب بھی اس گئے گزرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں، جو رات کا

---

[1] مصنف عبد الرزاق، باب قرآت السور فی الرکعۃ، ۲۸۴۲
[2] نسائی، کتاب قیام اللیل، ۱۶۲۹
[3] تہذیب التہذیب، حرف العین، ۸/ ۸۵۸

اکثر حصہ نماز میں گزار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں کی تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے نامِ نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہو گا، ان کے ایک خلیفہ مولانا عبد الواحد لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن ارشاد فرمایا: کیا جنت میں نماز نہ ہو گی؟ کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنت میں نماز کیوں ہو، وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی، اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنت میں کیونکر گزرے گی؟۔ ایسے ہی لوگوں سے دنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں۔ اللہ جل شانہ اپنے لطف اور اپنے پر مر مٹنے والوں کے طفیل اس روسیاہ کو بھی نواز دے تو اس کے لطفِ عام سے کیا بعید ہے۔

ایک پُر لطف قصہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں۔ حافظ ابن حجرؒ نے "مُنَبّہات" میں لکھا ہے: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں: (۱) خوشبو، (۲) عورتیں (۳) اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند صحابہ رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: (۱) آپ کے چہرہ کا دیکھنا (۲) اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا (۳) اور یہ کہ میری بیٹی آپ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: (۱) امر بالمعروف (۲) نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا) اور (۳) پرانا کپڑا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں: (۱) بھوکوں کو کھلانا (۲) ننگوں کو کپڑا پہنانا اور (۳) قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں: (۱) مہمان کی خدمت (۲) گرمی کا روزہ (۳) دشمن پر تلوار۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ شانہ نے بھیجا ہے اور فرمایا کہ اگر میں (یعنی جبرئیل) دنیا والوں میں ہوتا، تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بتاؤ۔ عرض کیا: (۱) بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا (۲) غریب عبادت کرنے والوں سے محبت رکھنا اور (۳) عیال دار مفلسوں کی مدد کرنا۔

اور اللہ جل شانہ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں: (اللہ کی راہ میں) طاقت کا خرچ کرنا، (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا۔

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ ''زادُ المعاد'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے، صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو رفع کرنے والی ہے، دل کو تقویت پہنچاتی ہے، چہرہ کو خوبصورت اور منور کرتی ہے، جان کو فرحت پہنچاتی ہے، اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے، شرحِ صدر کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے۔ اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور عذابِ الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے، شیطان کو دور کرتی ہے اور رحمن سے قرب پیدا کرتی ہے۔ غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے، نیز دنیا وآخرت کی مضرتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے۔

فصلِ دوم

نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں، نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔ سچی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھدار کیلئے کافی تھا، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ آپ نے کئی کئی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیوا، ان کی امت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے، پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو امتی اور متبع رسول اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

(صحیح)

رواہ أحمد في مسندہ مسند جابربن عبداللہ ولفظه بين الرجل وبين الشرک اوالکفر: ۱۵۵۷۴، (۲۸۶/۲-۲۸۷)۔ ومسلم۔ کتاب الایمان،باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ: ۲۴۳،ص (۲۵۹/۲)۔**وقال بين الرجل وبين الشر والكفر ترک الصلوة۔ابوداود** کتاب السنة،باب في رد الارجاء: ۴۶۴۵، (۲۱۶/۱) **والنسائي لفظه ليس بين العبدوبين الكفرالاترک الصلوة،** کتاب الصلوٰۃ،باب الحکم في تارک الصلوٰۃ: ۴۶۰، (۲۳۲/۱)۔**والترمذی** ولفظه وقال بين الكفروالايمان ترک الصلوة،ابواب الایمان،باب ماجاء في ترک الصلوٰۃ: ۲۶۱۸،(۱۳/۵)۔ **وابن ماجه** ولفظه قال بين العبد وبين الكفرترک الصلوة،کتاب اقامة الصلوٰۃ،باب ماجاء من ترک الصلوة: ۱۰۷۹،(۳۴۲/۱)۔**كذا في الترغيب** للمنذری، کتاب الصلوٰۃ،باب من ترک الصلوٰہ متعمدا: ۸۰۷،(۲۱۳/۱)۔وقال السیوطی في الدرتحت الآیة ۲۵۳، البقرۃ۔حدیث جابرأخرجه ابن ابی شیبه،کتاب الایمان والرؤیا،باب۔۔۔: ۳۱۰۳۳، (۳۴/۱۱)۔ **وأحمد۔۔۔ومسلم۔ وابوداود۔ والترمذی والنسائي،وابن ماجه** ثم قال وأخرج ابن ابی شیبه، کتاب الایمان والرؤیا: ۳۱۰۳۵، (۳۴/۱۱)۔ وأحمد۔۔۔وابوداود والترمذی،ابواب الایمان،باب ماجاء في ترک الصلوٰۃ: ۲۶۲۱،(۱۳/۵)۔ وصححه والنسائي، کتاب الصلوٰۃ،باب الحکم في تارک الصلوٰۃ: ۴۶۳، (۲۳۱/۱)۔ **وابن ماجه،** کتاب اقامة الصلوٰۃ،باب ماجاء في من ترک الصلوٰۃ: ۱۰۷۰، (۳۴۲/۱)۔ وابن حبان، کتاب الصلوٰۃ،باب ماجاء الوعید علی ترک الصلوٰۃ: ۱۴۵۴، (۳۰۵/۴)۔**والحاکم وصححه،** کتاب الایمان، ۱۱، (۴۸/۱)۔**عن بریدہ مرفوعاً** العهدالذی بینناوبینهم الصلوۃ فمن ترکهافقد کفر۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

ف: اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ ابر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو، کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے[1]، یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ابر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے، اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا۔ کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں، گو علماء نے اس حدیث کو انکار کے ساتھ مُقَیَّد فرمایا ہے، مگر حضور ﷺ کے ارشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضور اقدس ﷺ کی وقعت اور حضور ﷺ کے ارشاد کی اہمیت ہو گی، اس کیلئے یہ ارشادات نہایت سخت ہیں، اس کے علاوہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم جیسا کہ حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم وغیرہ حضرات کا یہی مذہب ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے۔ ائمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، اسحق بن راہویہ، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی

[1] صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، ۱۴۶۳، (۳۲۳/۴)

مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ

(۲) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضی اللہ عنہ، قَالَ: اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِ خِصَالٍ: فَقَالَ: لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَیْئًا، وَّاِنْ قُطِعْتُمْ اَوْ حُرِّقْتُمْ اَوْ صُلِّبْتُمْ، وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدِیْنَ، فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ، وَلَا تَرْكَبُوا الْمَعْصِیَةَ، فَاِنَّهَا سَخَطُ اللّٰهِ، وَلَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ، فَاِنَّهَا رَأْسُ الْخَطَایَا كُلِّهَا۔

(لم اعثر علی سندہ وان کان الحدیث مرویا بالفاظ اخر)

الحديث رواه الطبراني في الكبير، باب الميم: ۱۵۶، (۸۲/۲۰)۔ **ومحمد بن نصر في كتاب الصلوة بإسنادين لا باس بهما،** في باب ذكر إكفار تارك الصلوٰة: ۹۱۱، (۸۸۴/۲)، **كذا في الترغيب،** كتاب الصلوٰة، باب الترغيب من ترك الصلوٰة متعمدا،: ۳۰۰، (۲۵۵/۱)۔ **وهكذا ذكره السيوطي في الدر المنثور** تحت الآية: ۲۵۳، البقرة۔ وعزاه اليهما في المشكوٰة، كتاب الصلوٰة، الفصل الثالث،: ۵۸۰، (۱۸۳/۱)۔ **برواية ابن ماجه،** كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء،: ۴۳۴، (۱۳۳۹/۲)۔ **عن ابن ابی الدرداء نحوه۔)**

حضرت عُبادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سات نصیحتیں کی ہیں، جن میں سے چار یہ ہیں: اول یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ، چاہے تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں، یا تم جلا دیئے جاؤ، یا تم سولی چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسری یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو، جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے۔ تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو، اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں۔ چوتھی یہ کہ شراب نہ پیٔو، کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

ف: ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کا مضمون نقل فرماتے ہیں، کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا، خواہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں، یا آگ میں جلا دیا جائے۔ دوسری نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا، جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ شانہ برئ الذمّہ ہیں۔ تیسری شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

(۳) عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ، قَالَ: اَوْصَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ، قَالَ: لَا تُشْرِكْ

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی: (۱) یہ کہ اللہ کے

بِاللّٰهِ شَيْئًا، وَّإِنْ قُتِلْتَ: أَوْ حُرِّقْتَ، وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ، وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَا لِكَ، وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا، فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَّكْتُوْبَةً مُتَعَمِّدًا، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ، وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا، فَإِنَّهٗ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ، وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ، وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ الزَّحْفِ، وَإِنْ هَلَكَ النَّاسُ، وَإِنْ أَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ وَأَنْفِقْ عَلٰى أَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ، وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ أَدَبًا، وَأَخِفْهُمْ فِي اللّٰهِ۔

ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، گو تو قتل کر دیا جائے، یا جلا دیا جائے۔ (۲) والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے، یا سارا مال خرچ کر دے۔ (۳) فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا، جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے، اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے۔ (۴) شراب نہ پینا کہ یہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے۔ (۵) اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔ (۶) لڑائی میں نہ بھاگنا، چاہے سب ساتھی مر جائیں۔ (۷) اگر کسی جگہ وبا پھیل جاوے، (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا۔ (۸) اپنے گھر والوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا۔ (۹) تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا۔

(حسن بالشواهد)

رواه أحمد في مسنده، مسند معاذ بن جبل عن معاذ: ۲۲۷۰۸، (۱۴۲/۹)۔ **والطبراني في الكبير**، في باب الميم: ۱۵۶، (۸۲/۲۰)۔ وإسناد أحمد صحيح، لو سلم من الانقطاع، فان عبد الرحمن ابن جبير لم يسمع من معاذ۔ كذا في الترغيب، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب من ترك الصلوٰة متعمدا،: ۸۱۹، (۲۱۶/۱)۔ واليهما عزاه السيوطي في الدر تحت الآية: ۲۵۳،، البقرة۔ ولم يذكر الانقطاع، ثم قال: وأخراج الطبراني عن أسيمة مولاة رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالت: كنت أصب على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وضوءه، فدخل رجل فقال: أوصني فقال: لا تشرك بالله شيأً وإن قطعت أو حرقت، ولا تعص والديک، وإن أمراک أن تخلى من أهلک ودنياک فتخله ولا تشربن خمراً فانه مفتاح كل شر ولا تتركن صلوٰة متعمداً، فمن فعل ذالك فقد برأت منه ذمة الله ورسوله۔ المعجم الكبير، باب الميم،: ۴۷۹، (۱۹۰/۲۴)۔

ف:۔ لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں، جو چاہے کرتے رہو، بلکہ ان کو حدودِ شرعیہ کے تحت کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیے، کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی۔ آج کل اولاد کو شروع میں محبت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی، جب وہ بری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں، تو پھر روتے پھرتے ہیں، حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں، سخت دشمنی ہے کہ اس کو بری باتوں سے روکا نہ جائے

اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے، کون سمجھدار اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہو گی، عملِ جراحی نہ کرایا جائے، بلکہ لاکھ بچہ روئے، منہ بنائے، بھاگے، بہر حال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے۔

بہت سی حدیثوں میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچہ کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو[1]۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بچوں کی نماز کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو[2]۔ حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کیلئے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لئے پانی[3]۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے، یہ ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے[4]۔ ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلہ کا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو گھر والوں کو تنبیہ کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے[5]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے[6]۔

(۴) عَنْ نَوْفَلَ بْنِ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ فَكَأَنَّمَا وُتِرَ اَهْلُهٗ وَمَالُهٗ۔

(متفق عليه)

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی، وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت سب چھین لیا گیا ہو۔

رواه ابن حبان في صحيحه في كتاب الصلوٰة، باب الزجر عن ترك المواظبة الأمر على الصلوات، : ۱۴۶۸، (۳/ ۳۳۹)۔ **كذا في الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب من فوات العصر، : ۴۸۱، (۱/ ۲۲۷)۔ **زاد السيوطي في الدر** تحت الآية: ۲۵۳، البقرة۔ **والنسائي ايضاً** في كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة العصر في السفر، : ۴۷۸، (۱/ ۲۳۷)۔ **قلت: ورواه أحمد في مسنده**، مسند نوفل بن معاوية، : ۲۴۵۱۶، (۹/ ۲۶۳)۔

ف: نماز کا ضائع کرنا اکثر یا بال بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے، یا مال و دولت کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے، گویا بال بچے اور مال و دولت

[1] ابو داود، کتاب الصلوٰۃ، ۴۹۴، (۱/ ۱۳۳)
[2] المعجم الکبیر، ۹۱۵۵
[3] الزھد لأحمد بن حنبل، زھد عیسی علیہ السلام، ۴۹۶،
[4] ترمذی، باب في ادب الولد، ۱۹۵۱، (۴/ ۳۳۷)
[5] الغرائب، ۱۶۰۷
[6] ترمذی، ۱۹۵۲، (۴/ ۳۳۸)

سب ہی چھین لیا گیا اور اکیلا کھڑا رہ گیا، یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے، یا جس قدر رنج و صدمہ اس حالت میں ہو، اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہونا چاہیے۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہہ دے اور اسے یقین آجائے کہ فلاں راستہ لُٹتا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے، تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں، تو کون بہادر ہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے، رات کو تو درکنار دن کو بھی مشکل سے اس راستے کو چلے گا، مگر اللہ کے سچے رسول ﷺ کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں، کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضور ﷺ کے سچے ہونے کا دعویٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں، مگر اس پاک ارشاد کا ہم پر کیا اثر ہے؟ ہر شخص کو معلوم ہے۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ، فَقَدْ اَتٰى بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْكَبَائِرِ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچ گیا۔

(ض)

رواه الحاكم في كتاب الإمامة، باب التأمين، :۱۰۴۸، (۱/۳۸۳)۔ **وقال: حنش هو ابن قيس، ثقة،** وقال: الذهبي معقبا على توثيق الحاكم لحنش: بل ضعفوه۔ **وقال الحافظ: بل واه بمرة، لا نعلم أحدا أوثقه غير حصين بن نمير۔ كذا في الترغيب،** كتاب الصلوٰة، باب الترغيب من ترك الصلوٰة: ۳۱۴، (۱/۲۶۰)۔ **زاد السيوطي في الدر** تحت الآية: ۱۳۱،، النساء، **والترمذي ايضا** في ابواب الصلوٰة، باب ما جاء في الجمع بين الصلوٰتين، :۱۸۸، (۱/۳۵۶)۔ **وذكر في اللالي له شواهد،** اللالي المصنوعة، كتاب الصلوٰة، (۲/۲۱)۔ **وكذا في التعقبات،** باب الصلوٰة: ۵۱، ص (۹۰)۔ **وقال: الحديث أخرجه الترمذي وقال:** حنش ضعيف، ضعفه أحمد وغيره، **والعمل على هذا عند اهل العلم فأشار بذلك الى أن الحديث اعتضد بقول اهل العلم، وقد صرح غير واحد بأن من دليل صحة الحديث قول أهل العلم به، وإن لم يكن له إسناد يعتمد على مثله** اه انظر تدريب الراوي۔

ف: حضرت علی کَرَّمَ اللہ وَجْہَہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کر: ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے، دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے، تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے (یعنی فوراً نکاح کر دینا)[1]۔ بہت سے لوگ جو اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں، وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے، سفر کا ہو، دوکان کا ہو، ملازمت کا ہو، گھر آکر

[1] مسند احمد، مسند ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص، ۸۲۸

اکٹھی ہی پڑھ لیتے ہیں، یہ گناہِ کبیرہ ہے کہ بلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر نہ پڑھا جاوے، گو بالکل نماز نہ پڑھنے کے برابر گناہ نہ ہو، لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے، اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

(۶) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا، فَقَالَ: مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا، كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَّ بُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا، لَمْ يَكُنْ لَّهُ نُوْرٌ وَّلَا بُرْهَانٌ وَّلَا نَجَاةٌ، وَكَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ۔

(صحیح)

أخرجه **أحمد** في مسنده، مسند المكثرين وغيرهم: ۶۲۳۳، (۵۵۳/۳)۔ **وابن حبان** في كتاب الصلوٰة، باب ذكر الزجر عن

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے، تو نماز اس کے لئے قیامت کے دن نور ہو گی اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہو گی اور نجات کا سبب ہو گی۔ اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کیلئے قیامت کے دن نہ نور ہو گا اور نہ اس کے پاس کوئی حجت ہو گی اور نہ نجات کا کوئی ذریعہ۔ اس کا حشر فرعون، ہامان اور اُبی بن خلف کے ساتھ ہو گا۔

ترک المرء الی المحافظة: ۱۴۴۹، (۳۰۱/۳)۔ **والطبراني** في الأوسط، باب من اسمه أحمد: ۱۷۶۷، (۲۱۳/۲)۔ **كذافي الدرالمنثور للسيوطي** تحت الآية: ۲۵۳، البقرة۔ **وقال الهيثمي** في مجمع الزوائد، كتاب الصلوٰة، باب فرض الصلوٰة: ۱۶۱۱، (۲۱/۲): **رواه أحمد والطبراني في الكبير**، باب العين: ۱۶۳، (۶۷/۱۳)۔ **والأوسط**، قد مر۔ **ورجال أحمد ثقات۔ وقال ابن حجرفي الزواجر**، تحت العنوان: الكبيرة السابعة والسبعون: تعمد تاخير الصلوٰة، ص (۱۳۹): **أخرجه أحمد بسند جيد، وزادفيه: "قارون" ايضامع "فرعون" وغيره۔ وكذا زاده في منتخب الكنز، برواية ابن نصر**، كتاب الصلوٰة، الفصل الأول، (۱۲۹/۳)۔ **والمشكوٰة ايضا**، كتاب الصلوٰة، الفصل الثالث: ۵۷۸، (۱۲۷/۱)۔ **برواية أحمد والدارمي**، كتاب الرقاق، باب المحافظ على الصلوٰة: ۲۷۲۱، (۲۴۰/۲)۔ **والبيهقي في الشعب**، كتاب الصلوٰة، فصل في الصلوات: ۲۵۶۵، (۳۱۲/۴)۔ **وابن القيم في كتاب الصلوٰة**، فصل في الاستدلال بالسنة، ص (۲۹)۔

ف: فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا، حتیٰ کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہامان اس کے وزیر کا نام ہے اور اُبیّ بن خلف مکہ کے مشرکین میں سب سے بڑا سخت دشمنِ اسلام تھا، ہجرت سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے، اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں، اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) تم کو قتل کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ اُحد کی لڑائی میں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا پھرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر وہ آج بچ گئے تو

میری خیر نہیں، چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضور ﷺ کے قریب پہنچ گیا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے ارادہ بھی فرمایا کہ دور ہی سے اس کو نمٹا دیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو، جب وہ قریب ہوا تو حضور ﷺ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں سے برچھا لیکر اس کو مارا، جو اسکی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آگیا، مگر اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلّاتا تھا کہ خدا کی قسم! مجھے محمد ﷺ نے قتل کر دیا، کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے، کوئی فکر کی بات نہیں، مگر وہ کہتا تھا کہ محمد (ﷺ) نے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا۔ لکھتے ہیں کہ اس کے چلّانے کی آواز ایسی ہوگئی تھی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے۔

ابوسفیان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا، اس کو شرم دلائی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلاتا ہے، اس نے کہا کہ تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس نے ماری ہے؟ محمد (ﷺ) کی مار ہے، مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے لاتؔ اور عُزّیٰ (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم! اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں، محمد (ﷺ) نے مجھ سے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا، میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا، میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا، اگر وہ اس کہنے کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے، تو میں اس سے بھی مر جاتا، چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ میں ہی مر گیا[1]۔ ہم مسلمانوں کیلئے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر، پکے کافر اور سخت دشمن کو تو حضور ﷺ کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردد یا شک نہ تھا، لیکن ہم لوگ حضور ﷺ کو نبی ماننے کے باوجود، حضور ﷺ کو سچا ماننے کے باوجود، حضور ﷺ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود، حضور ﷺ کے ساتھ محبت کے دعوے کے باوجود، حضور ﷺ کی امت میں ہونے پر فخر کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضور ﷺ نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں، کتنا کانپتے ہیں، یہ ہر

[1] مستدرک حاکم، کتاب التفسیر، سورہ الانفال، ۳۲۶۳

شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے، کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الزواجر" میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر انہی وجوہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی تھیں۔ پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر حکومت و سلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ۔ اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ۔ اور تجارت ہے تو اُبَی بن خلف کے ساتھ [1]۔ اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہو گیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے، خواہ وہ حدیثیں مُتَکلَّم فیہ ہوں، ان میں کوئی اِشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی ہو جائے اور وہ لوگ ہمیشہ کیلئے اس میں رہیں گے، لیکن خلاصی ہونے تک کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے، نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

(۷) قال بَعْضُهُمْ: وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ أَنَّ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ أَكْرَمَهُ اللهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ خِصَالٍ! يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ، وَعَذَابَ الْقَبْرِ، وَيُعْطِيْهِ اللهُ كِتَابَهٗ بِيَمِيْنِهٖ، وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ، وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَاقَبَهُ اللهُ بِخَمْسَ عَشَرَةَ عُقُوْبَةً: خَمْسَةٌ فِي الدُّنْيَا، وَثَلٰثَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ، وَثَلٰثٌ فِيْ قَبْرِهٖ، وَثَلَاثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ. فَأَمَّا اللَّوَاتِيْ فِي الدُّنْيَا: فَالْأُوْلٰى: تُنْزَعُ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں: ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹا دی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹا دیا جاتا ہے، تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمال نامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا حال سورۃ الحاقہ میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں

[1] الزواجر، کتاب الصلوٰۃ، (۱/۲۲۱)

الْبَرَكَةُ مِنْ عُمُرِهٖ، وَالثَّانِيَةُ، تُمْحٰى سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ، وَالثَّالِثَةُ: كُلُّ عَمَلٍ يَّعْمَلُهُ لَا يَأْجُرُهُ اللهُ عَلَيْهِ، وَالرَّابِعَةُ: لَا يُرْفَعُ لَهٗ دُعَآءٌ اِلَى السَّمَاءِ، وَالْخَامِسَةُ: لَيْسَ لَهٗ حَقٌّ فِيْ دُعَاءِ الصَّالِحِيْنَ. وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ: فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا، وَالثَّانِيَةُ: يَمُوْتُ جُوْعًا، وَالثَّالِثَةُ: يَمُوْتُ عَطْشَانًا، وَلَوْ سُقِيَ بِحَارَ الدُّنْيَا مَارَوِيَ مِنْ عَطْشِهٖ. وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ فِيْ قَبْرِهٖ: فَالْأُوْلٰى يَضِيْقُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ حَتّٰى تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ، وَالثَّانِيَةُ، يُوْقَدُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ نَارًا فَيَتَقَلَّبُ عَلَى الْجَمْرِ لَيْلاً وَّنَهَارًا، وَالثَّالِثَةُ: يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِيْ قَبْرِهٖ ثُعْبَانٌ اِسْمُهُ الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ، عَيْنَاهُ مِنْ نَّارٍ، وَاَظْفَارُهٗ مِنْ حَدِيْدٍ، طُوْلُ كُلِّ ظُفْرٍ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ، يُكَلِّمُ الْمَيِّتَ، فَيَقُوْلُ: اَنَا الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ، وَصَوْتُهٗ مِثْلُ الرَّعْدِ الْقَاصِفِ، يَقُوْلُ: اَمَرَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ، وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ، وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِلَى الْعِشَآءِ، وَاَضْرِبَكَ عَلٰى

گے) اور چوتھے یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے۔ پانچویں بغیر حساب جنت میں داخل ہونگے۔ اور جو شخص نماز میں سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقہ سے عذاب ہوتا ہے: پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے نکلنے کے بعد۔ دنیا کے پانچ تو یہ ہیں: اول یہ کہ اس کی زندگی میں برکت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ صلحاء کا نور اس کے چہرہ سے ہٹا دیا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ اس کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے۔ چوتھے اسکی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔ پانچویں یہ کہ نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق نہیں رہتا اور موت کے وقت کے تین عذاب یہ ہیں کہ اول ذلت سے مرتا ہے، دوسرے بھوکا مرتا ہے، تیسرے پیاس کی شدت میں موت آتی ہے، اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی۔ قبر کے تین عذاب یہ ہیں: اول اس پر قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں، دوسرے قبر میں آگ جلا دی جاتی ہے، تیسرے قبر میں ایک سانپ اس

تَضْيِيعِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ اِلَى الْفَجْرِ، فَكُلَّمَا ضَرَبَهٗ ضَرْبَةً، يَغُوْصُ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا، فَلَا يَزَالُ فِي الْقَبْرِ مُعَذَّبًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فِيْ مَوْقِفِ الْقِيَامَةِ: فَشِدَّةُ الْحِسَابِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ، وَدُخُوْلُ النَّارِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ: فَاِنَّهٗ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَة وَعَلٰى وَجْهِهٖ ثَلَاثَةُ اَسْطُرٍ مَّكْتُوْبَاتٌ: اَلسَّطْرُ الْاَوَّلُ: يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللهِ، اَلسَّطْرُ الثَّانِيْ: يَا مَخْصُوْصًا بِغَضَبِ اللهِ، الثَّالِثُ: كَمَا ضَيَّعْتَ فِي الدُّنْيَا حَقَّ اللهِ، فَأَيِسْ اَلْيَوْمَ اَنْتَ مِنْ رَّحْمَةِ اللهِ۔

(لم يثبت بهذا الالفاظ وان كان له اصل)

وما ذكر في هذا الحديث من تفصيل العدد، لا يطابق جملة الخمس عشرة، لأن المفصل أربع عشرة فقط، فلعل الراوي نسى الخامس، عشر كذا في الزواجر لابن حجر المكى، باب الكبيرة السابعة والسبعون: تعمدتا خير الصلوٰة، ص (۱۴۲)۔ **قلت:** (اى المؤلف) **وهو كذلک، فان ابا الليث السمر قندى ذكر الحديث في قرة العيون،** الباب الأول في عقوبة تارک الصلوٰة، ص (۱۵)، **فجعل سنة في الدنيا فقال: الخامسة: تمقته الخلائق في الدار الدنيا، والسادس: ليس له حظ في دعاء الصالحين۔ ثم ذكر الحديث بتمامه، ولم يعزه الى احد۔ وفي تنبيه الغافلين للشيخ نصربن محمد بن ابراهيم السمر قندي،** باب الصلوات الخمس،: ۳۷۸، ص (۲۰۸) : **يقال: من داوم على الصلوة الخمس في الجماعة اعطاه الله خمس خصال، ومن تهاون بها في الجماعة عاقبه الله باثنى عشر خصلة: ثلثة في الدنيا، وثلثة عند الموت، وثلثة في القبر، وثلثة يوم القيامة، ثم ذكر نحوها، ثم قال: وروي عن ابى ذر، عن النبى صلى الله عليه وسلم نحو هذا۔ وذكر السيوطي في ذيل اللآلى،** كتاب الصلوٰة، ص (۳۰۲/۱)۔ **بعدما أخرج بمعناه من تخريج ابن النجار في تاريخ بغداد، بسنده الى ابى**

پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا ہے، جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے اتنے لانبے کہ ایک دن پورا چل کر اس کے ختم تک پہنچا جائے، اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے رب نے تجھ پر مسلط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں، اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک، اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک، اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں، جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے، اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا اور قبر سے نکلنے کے بعد کے تین عذاب یہ ہیں کہ ایک حساب سختی سے کیا جائے گا، دوسرے حق تعالیٰ شانہ کا اس پر غصہ ہو گا، تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائیگا۔ یہ کل میزان چودہ ہوئی، ممکن ہے کہ پندرھواں بھول سے رہ گیا ہو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے چہرے

هريرةؓ، قال في الميزان: هذا حديث باطل، ركبه محمد بن علي بن عباس على ابى بكر بن زياد النيساپورى، قلت: لكن ذكر الحافظ في المنبهات، ص (۴۵)۔ عن ابى هريرةؓ مرفوعاً: الصلوة عماد الدين، وفيها عشر خصال، الحديث ذكرته في الهندية، وذكر الغزالى في دقائق الأخبار بنحو هذا اتم منه وقال: من حافظ عليها اكرمه الله بخمس عشرة إلخ مفصلاً)

پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں: پہلی سطر: او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے! دوسری سطر: او اللہ کے غصے کے ساتھ مخصوص! تیسری سطر جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا، آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔

ف: یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتبِ حدیث میں مجھے نہیں ملی، لیکن اس میں جتنی قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کئے گئے ہیں ان کی اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے، جن میں سے بعض پہلے گزر چکی ہیں اور بعض آگے آرہی ہیں اور پہلی روایات میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور ہے، تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ آرہا ہے وہ سب اس فعل کی سزا ہے، اس کے مستحقِ سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ کی فرد جرم کے ساتھ ہی ارشاد خداوندی ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ (النساء: ۱۱۶) کہ اللہ تعالیٰ شرک کی تو معافی نہیں فرمائیں گے، اس کے علاوہ جس کی دل چاہے معافی فرمادیں گے۔

اس آیتِ شریفہ اور اس جیسی آیات اور احادیث کی بناء پر اگر معاف فرمادیں تو زہے قسمت۔ احادیث میں آیا ہے کہ قیامت میں تین عدالتیں ہیں: ایک کفر واسلام کی، اس میں بالکل بخشش نہیں، دوسری حقوق العباد کی، اس میں حق والے کا حق ضرور دلایا جائے گا، چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے، یا اس کو معاف فرمانے کی مرضی ہو تو اپنے پاس سے دیا جائیگا، تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے، اس میں بخشش کے دروازے کھول دیئے جائیں گے [1]۔

اس بناء پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں، لیکن مراحمِ خُسروانہ (شاہی مہربانیاں) اس سے بالاتر ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آئے ہیں۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں

[1] مستدرک حاکم، طاعۃ اولی الامر، ۷۰۷۰

ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرماتے تھے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کوئی دیکھتا تو بیان کر دیتا، حضور ﷺ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیتے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حسبِ معمول دریافت فرمایا، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے، اس کے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا، جس میں جنت، دوزخ اور اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے ہوئے دیکھے۔ منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا دور جا پڑتا ہے، اتنے اس میں اس کو اٹھایا جاتا ہے، وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس کو زور سے مارا جاتا ہے، اسی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا[1]۔

ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک قصہ ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک جماعت کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرئیل سے دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے[2]۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام رکھتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد میں ہوئی[3]۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے ایسے حال میں رخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، اس کی عبادت کرتا ہو، نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ اس سے راضی ہوں گے[4]۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے حق تعالیٰ شانہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں، مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں، تو

---

1. بخاري، كتاب التعبير، باب تعبير الرويا، ۷۰۴۷
2. مسند البزار، مسند ابی حمزہ انس بن مالک، ۹۵۱۸
3. الدر المنثور، الانعام، ۱۵۰
4. شعب الایمان، باب اخلاص العمل، ۶۴۴۰

عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں [1]۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا، جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گزارا کرو، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا، اس کو راحت دوں گا اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کر دوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا [2]۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر آنے والے کا اکرام ہوتا ہی ہے، اس لئے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں [3]۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے الفت رکھے حق تعالیٰ شانہ اس سے الفت رکھتے ہیں [4]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے، تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی تک واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لئے آتے ہیں، اس وقت اگر وہ مومن ہے، تو نماز اس کے سر کے قریب ہوتی ہے، اور زکوۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام کئے تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں۔ اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی نہیں پہنچ سکتا، فرشتے دور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں [5]۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی، تو آپ ان کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ ﴿وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا، نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى﴾ (طہ: ۱۳۲)۔ ”اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیئے، ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے، روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے [6]“۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی،

---

[1] شعب الایمان، کتاب الصلاۃ، باب فضل المشی الی الصلاۃ، ۲۶۸۵
[2] شعب الایمان، کتاب الزهد و قصر الامل، ۱۰۱۷۴
[3] شعب الایمان، باب فضل المشی الی الصلاۃ، ۲۶۸۲
[4] المعجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ محمد، ۶۳۸۳
[5] صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، ۳۱۱۳
[6] المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، ۸۸۶

اس وقت اعلان ہو گا، کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف میں ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے؟ یہ سن کر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہو گا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے تھے؟ پھر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہو گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی؟ پھر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی [1]۔

ایک اور حدیث میں بھی یہی قصہ آیا ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہو گا کہ آج محشر والے دیکھیں گے اور اعلان ہو گا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر اور نماز سے نہیں روکتے تھے [2]؟ شیخ نصر سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے "تنبیہ الغافلین" میں بھی یہ حدیث لکھی ہے، اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک (عُنُق) لمبی گردن ظاہر ہو گی جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی، اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہو گی، وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پر مسلط ہوں جو متکبر بدمزاج ہو، اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چگتا ہے، ان سب کو چن کر جہنم میں پھینک دے گی، اس کے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اس شخص پر مسلط ہوں جس نے اللہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دی، ان لوگوں کو بھی جماعت سے چن کر لے جائے گی، اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چن کر لے جائے گی۔ اس کے بعد جب یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہو گا [3]۔

کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا، ایک صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب ایسی بتا کہ میں تجھ جیسا ہو جاؤں، شیطان نے کہا کہ ایسی فرمائش تو آج تک مجھ سے کسی نے بھی نہیں کی، تجھے اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ انہوں نے کہا کہ میرا دل

---

[1] اتحاف الخیرۃ، ۷۷
[2] شعب الایمان، الباب العاشر فی محبۃ اللہ، ۱۶۹۳
[3] تنبیہ الغافلین، ۳۷۶

چاہتا ہے۔ شیطان نے کہا کہ اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پرواہ نہ کر، جھوٹی سچی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر، ان صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا، شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کے ساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا، میں نے بھی عہد کر لیا کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔ حضرت اُبَی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس امت کو رفعت وعزت اور دین کے فروغ کی بشارت دو، لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دنیا کے واسطے کرے، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں [1]۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ کی بہترین صورت میں زیارت کی مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمد! ملا اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو علم نہیں، تو حق تعالیٰ شانہ نے اپنا دست مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا، جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالَم مجھ پر منکشف ہو گیا، پھر مجھ سے ارشاد فرمایا: اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں، جو گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں، اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں ان کے ثواب میں، اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں، اور ایک نماز کے بعد سے دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھنے رہنے کی فضیلت میں۔ جو شخص ان کا اہتمام کرے گا، بہترین حالت میں زندگی گزارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا [2]۔ متعدد احادیث میں آیا ہے، حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں: اے ابن آدم! تو دن کے شروع میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر میں تمام دن کے تیرے کام بنا دیا کروں گا [3]۔

''تنبیہ الغافلین'' میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں کی محبوب چیز ہے، انبیاءؑ کی سنت ہے، اس سے معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے، دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، یہ ایمان کی جڑ ہے، بدن کی راحت ہے، دشمن کیلئے

---

[1] مسند احمد، مسند الانصار، حدیث ابی العالیہ، ۲۱۲۲۲
[2] مسند الشامیین، عبد الرحمن بن یزید، ۵۹۷
[3] مسند احمد، حدیث نعیم بن عمار، ۲۲۴/۱۷

ہتھیار ہے، نمازی کیلئے سفارشی ہے، قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے، مُنکر نکیر کے سوال کا جواب ہے، اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے، اور اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کیلئے آڑ ہے، اعمال کی ترازو کا بوجھ ہے، پل صراط پر جلدی سے گزارنے والی ہے، جنت کی کنجی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "منبہات" میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے، اوقات کی پابندی کے ساتھ اس کا اہتمام کرے، حق تعالیٰ شانہ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں: اول یہ کہ اس کو خود محبوب رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں، تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں، چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں، پانچویں اس کے چہرہ پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں، چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں، ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کی طرح سے گزر جائے گا، آٹھویں جہنم سے نجات فرما دیتے ہیں، نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ الآیہ، وارد ہے، یعنی قیامت میں نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اس میں دس خوبیاں ہیں: چہرہ کی رونق ہے، دل کا نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے، قبر کا انس ہے، اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے، آسمان کی کنجی ہے، اعمالناموں کی ترازو کا وزن ہے، (کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے) اللہ کی رضا کا سبب ہے، جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے، جس شخص نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم رکھا، اور جس نے اس کو چھوڑا، اپنے دین کو گرا دیا[1]۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے، نماز سے اپنے گھروں کو منور کیا کرو[2]۔ اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ میری امت قیامت کے دن وضو اور سجدہ کی وجہ سے روشن ہاتھ پاؤں والی، روشن چہرہ والی ہوگی، اسی علامت سے دوسری امتوں سے پہچانی جائے گی[3]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بلا آفت نازل ہوتی

---

[1] شعب الایمان، باب الحادی والعشرین، ۲۸۰۷
[2] ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب ماجاء فی التطوع فی البیت، ۱۳۷۵
[3] مسند احمد، مسند عبد اللہ بن مسعود، ۴۳۱۷

ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹائی جاتی ہے [1]۔ متعدد احادیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے کہ سجدہ کے نشان کو جلائے، (یعنی اگر اپنے اعمال بد کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل بھی ہو گا تو سجدہ کا نشان جس جگہ ہو گا، اس پر آگ کا اثر نہ ہو سکے گا [2])۔ ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے [3]، ایک جگہ ارشاد ہے کہ نماز شفاء ہے [4]، دوسری جگہ اس کے متعلق ایک قصہ نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ پیٹ میں درد ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! فرمایا: اٹھ نماز پڑھ، نماز میں شفاء ہے [5]۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنت کو خواب میں دیکھا، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کے گھسٹنے کی آواز بھی سنائی دی، صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرا وہ خصوصی عمل کیا ہے جس کی وجہ سے جنت میں بھی تُو (دنیا کی طرح سے) میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا، عرض کیا: رات دن میں جس وقت بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو کرتا ہوں، اس کے بعد (تحیۃ الوضو کی) نماز جتنی مقدر ہو، پڑھتا ہوں [6]۔ سفیریؒ نے کہا کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ او فاجر سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو او خاسِر (خسارہ والے) سے، اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے، اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے، اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو ''او مُضِیع'' (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں۔

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ مصیبت ہر اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں، جیسا کہ ہر اس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کہ لوگ نمازی نہ ہوں، ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا، بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا کچھ بھی مستبعَد نہیں اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ میں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض، اس لئے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے، (خود حدیث

---

[1] شعب الایمان، کتاب الصلاۃ، ۲۶۸۶
[2] مسند احمد، مسند ابی ھریرۃ، ۷۹۲۷
[3] الغرائب الملتقطہ، ۱۹۵۹
[4] ابن ماجہ، کتاب الطب، ۳۴۵۸
[5] ایضاً
[6] ترمذی، باب فی مناقب عمر بن خطاب، ۳۶۸۹

شریف میں مذکور ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں؟ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ہاں! جب خباثت کا غلبہ ہو جائے[1]۔ اس لئے کہ ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے موافق دوسروں کو بری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں۔

(۸) رُوِیَ أَنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ حَتّٰى مَضٰى وَقْتُهَا، ثُمَّ قَضٰى، عُذِّبَ فِي النَّارِ حُقْبًا، وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَةً وَالسَّنَةُ، ثَلٰثُمِائَةٍ وَسِتُّوْنَ يَوْمًا، كُلُّ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ أَلْفَ سَنَةٍ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے، گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے، پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی (۸۰) برس کی ہوتی ہے، اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا۔ اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہو گا (اس حساب سے) ایک حُقب کی مقدار دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس ہوئی۔

(منکر بهذا الفظ والمعنى له اصل)

كذافي مجالس الأبرار، المجلس الخمسون، ص: ۳۲۰۔قلت: لم اجده في ماعندى من كتب الحديث، الا أن مجالس الأبرار مدحه شيخ مشائخنا الشاه عبد العزيز الدهلوي رحمه الله، ثم قال الراغب في المفردات، باب الحاء (۱/۱٦٦)، في قوله تعالٰى: لا بثين فيها احقابا: قيل: جمع الحقب، اى: الدهر، قيل: والحقبة ثمانون عاماً۔ والصحيح ان الحقبة مدة من الزمان مبهمة۔ وأخرج ابن كثير فى تفسير قوله تعالىٰ "فويل للمصلين۔ الذين هم عن صلوٰتهم ساهون" عن ابن عباس: ان في جهنم لواديا تستعيذ جهنم من ذلك الوادي في كل يوم أربعماءة مرة، اعد ذلك الوادى للمرائين من أمة محمد الحديث وذكر ابو لليث السمرقندي في قرة العيون، باب عقوبة تارك الصلوٰة، ص: ۱۴۔ عن ابن عباس: "وهو مسكن من يؤخر الصلوة عن وقتها"۔ وعن سعد بن ابى وقاص مرفوعا، أخرجه البيهقى في سننه الكبرىٰ، باب الترغيب في حفظ وقت الصلوٰة، : ۲۹۸۳، ص (۲/۲۱۴) : "الذين هم عن صلوٰتهم ساهون": قال: هم الذين يؤخرون الصلوة عن وقتها۔ وصحح الحاكم والبيهقي وقفه في السنن الكبرىٰ۔ وأخرج الحاكم عن عبد الله، في قوله تعالىٰ: "فسوف يلقون غيا": قال: واد في جهنم، بعيد القعر، خبيث الطعم۔ وقال: صحيح الإسناد واقر عليه الذهبي، الحديث، كتاب التفسير، باب تفسير سورة مريم، : ۳۱۴۸، ص (۲/۴۰٦)۔

ف: حُقب کے معنی لغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں۔ اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے جو اوپر گزری، یعنی اسّی سال۔ ''دُرِّ منثور'' میں متعدد روایات سے یہی مقدار منقول ہے، حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے بلال ہجری رحمہ اللہ سے دریافت فرمایا کہ حُقب کی کیا مقدار ہے؟ انہوں نے کہا کہ حُقب اسی برس کا ہوتا ہے اور ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن

---

[1] بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قصہ یأجوج ومأجوج، ۳۳۴٦

کا اور ہر دن ایک ہزار برس کا[1]۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح روایت سے اسّی برس منقول ہیں[2]۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حُقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن تمھارے دنوں کے اعتبار سے (یعنی دنیا کے موافق) ایک ہزار سال کے[3]۔ یہی مضمون حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمایا ہے، اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہیے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے[4]۔ اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا، وہ بھی جب ہی کہ اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو، اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم وزیادہ حدیث میں آئی ہے، مگر اول تو اوپر والی مقدار کئی احادیث میں آئی ہے، اس لئے یہ مقدم ہے، دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم وبیش ہو۔

ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے "قُرَّةُ الْعُيُوْن" میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے، اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا ضروری ہے[5]۔ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ کہو کہ اے اللہ! ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کر، پھر فرمایا: جانتے ہو؟ شقی محروم کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ شِقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے، اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں[6]۔ ایک حدیث میں ہے کہ دیدہ ودانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں التفات ہی نہ فرمائیں گے اور عذاب الیم (دکھ دینے والا عذاب) اس کو دیا جائے گا[7]۔

ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو خاص طور سے عذاب ہوگا، منجملہ ان کے نماز کا چھوڑنے والا بھی ہے، کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے، جنت کہے گی کہ میرا تیرا کوئی تعلق نہیں، نہ میں تیرے لئے نہ تو میرے لئے، دوزخ کہے گی کہ آجا میرے پاس آجا، تو میرے لئے ہے میں تیرے

---

[1] الزهد لابن المبارك، ۳۱۸
[2] مستدرک حاکم، کتاب التفسير، ۳۸۹۰
[3] الزهد لابن هناد، ۲۱۹
[4] الغرائب الملتقطة، ۲۷۴۴
[5] حلية الأولياء، ۷/ ۲۵۴
[6] الكبائر للذهبي، ۱/ ۱۷
[7] قرة العيون، ص ۲۳

لئے [1]۔ یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لَم لَم، اس میں سانپ ہیں، جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے، اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا [2]۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام "جُبُّ الحُزن" ہے، وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کے برابر بڑا ہے، وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کیلئے ہیں [3]۔ ہاں مولائے کریم معاف کر دے تو کون پوچھنے والا ہے، مگر کوئی معافی چاہے بھی تو۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا تھا، اس کا بھائی دفن میں شریک تھا، اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی، اس وقت خیال نہیں آیا، بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا، چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا، قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی، روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا کہ یہ بات کیا ہے؟ ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی۔ أعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْهَا۔

(۹) عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَا سَهْمَ فِي الْإِسْلَامِ لِمَنْ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ، وَلَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَهٗ۔

(ض)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے، نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کیلئے سر ہوتا ہے۔

أخرجه البزار في مسنده ابی هريرة: ۸۵۳۹، ص (۱۷۶/۱۵)۔
وأخرج الحاكم عن عائشه مرفوعاً وصححه ثلث احلف عليهن لا يجعل الله من له سهم في الإسلام كمن لا سهم له وسهام الإسلام الصوم والصلوة والصدقة الحديث، المستدرك، كتاب الإيمان، : ۴۹، (۶۷/۱) وقال: الذهبي مأخرج له يعنى شيبة الهزرمى سوى النسائي هذا الحديث وفيه جهالة۔ وأخرج الطبراني في الأوسط عن ابن عمر مرفوعا لا دين لمن لا صلوٰة له انما موضع الصلوٰة من الدين كموضع الراس من الجسد، الحديث، باب الالف من اسمه أحمد: ۲۲۹۲، (۲۸۳/۲)۔ كذافي الدر المنثور تحت الآية: ۲۵۳، البقرة۔

ف: جو لوگ نماز نہ پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یا حمیّتِ اسلامی کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں، وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر ذرا غور کر لیں اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں، ان کے حالات کی بھی تحقیق

[1] ایضاً [2] الزواجر، ۲۲۷/۱ [3] الکبائر، ص ۵۰

کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے، پھر دنیا ان کے قدم کیوں نہ چومتی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی آنکھ میں پانی اتر آیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے، مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے۔ انہوں نے فرمایا: یہ نہیں ہو سکتا، میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جل شانہ کے یہاں ایسی حالت میں حاضر ہو گا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر ناراض ہوں گے [1]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑیگا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا [2]۔

عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں، حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کا چھوڑنا جائز بھی تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانہ میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتیٰ کہ اسی غفلت میں وصال بھی ہو گیا، مگر بیماری کے ان دنوں میں جب نماز کا وقت ہوتا تو ان کو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کی جاتی، وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ہاں ہاں! ضرور، جو شخص نماز نہ پڑھے، اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں [3]۔ ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی، راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دی جائے، بعد میں فدیہ دے دیا جائیگا۔ ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے کر سکے، دریغ نہ کیا جائے ؎

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خادم مانگا کہ کاروبار میں مدد کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو، انہوں نے عرض کیا کہ آپ ہی پسند فرما دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اس کو لے لو، یہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں، ہمیں نمازیوں کے مارنے کی ممانعت ہے [4]۔ اس قسم کا واقعہ ایک اور صحابی ابو الہیثم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ہوا، انہوں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غلام مانگا

---

1. کشف الاستار، باب فضل الصلوٰۃ، ۳۴۳
2. الطبقات لابن السعد، ۶/۳۲۶
3. المعجم الاوسط، باب المیم، ۸۱۸۱
4. شعب الایمان، کتاب الطھارات، ۲۵۴۲

تھا[1]۔ اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اس کو طعن کرتے ہیں اور حماقت سے نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ غلبۂ حال ہوا تو سات روز تک گھر میں رہے، نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے نہ سوتے تھے، شیخ کو اطلاع کی گئی، دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں (یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے) لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں فرمایا ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ سَبِيْلًا'' تمام تعریف اللہ ہی کیلئے ہے جس نے شیطان کو اس پر مسلط نہ ہونے دیا۔ (بہجۃ النفوس)

[1] مسند ابی یعلی، حدیث ام سلمہ، ۶۹۴۲

دوسرا باب

جماعت کے بیان میں

جیسا کہ شروع رسالہ میں لکھا جاچکا ہے کہ بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے، حالانکہ نبی اکرم ﷺ سے جس طرح نماز کے بارے میں بہت سخت تاکید آئی ہے، اسی طرح جماعت کے بارے میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں، اس باب میں بھی دو فصلیں ہیں، پہلی فصل جماعت کے فضائل میں، دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب ہیں۔

فصلِ اول

جماعت کے فضائل میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ دَرَجَةً۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے۔

(متفق عليه)

رواه مالك، كتاب الصلوٰة، باب فضل صلوٰة الجماعة: ۴۲۵، (۱۷۶/۲)۔ **والبخاري**، كتاب الاذان، باب فضل صلوٰة الجماعة: ۶۱۹، (۲۳۱/۱)۔ **ومسلم**، كتاب المساجد، باب فضل صلوٰة الجماعة: ۱۴۷۵، (۱۵۳/۵)۔ **والترمذي**، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء في فضل الجماعة: ۱۲۵، ص (۶۳)۔ **والنسائي** في سننه، كتاب الإمامة، باب فضل الجماعة: ۸۳۷، (۱۰۳/۲)۔ **كذا في الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في صلوٰة الجماعة: ۴۰۲، (۲۰۳)۔

ف: جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے، تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے، مسجد میں جاکر جماعت سے پڑھ لے، کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقّت اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ کون شخص ایسا ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ ان کو چھوڑ دے؟ مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے نفع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے، وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں، اس کا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں۔ دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں، آخرت کی تجارت جس میں

ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لئے مصیبت ہے، جماعت کی نماز کیلئے جانے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بکری (فروخت) کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان کے بند کرنے کی بھی دقّت کہی جاتی ہے، لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ جل شانہ کی عظمت ہے، اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے، اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے، ان کے یہاں یہ لُچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے، ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے ﴿رِجَالٌ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ﴾ (النور: ۳۷) الآیة: تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گزر چکا۔

سالم حداد رحمۃ اللہ علیہ یک بزرگ تھے تجارت کرتے تھے جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد ہو جاتے دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

اِذَامَادَعَادَاعِيۡكُمۡ قُمۡتُ مُسۡرِعاً مُجِيۡبًا لِمَوۡلٰى جَلَّ لَيۡسَ لَهٗ مِثۡلُ

"جب تمہارا منادی (موذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے، تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے، اس کا کوئی مثال نہیں۔

اُجِيۡبُ اِذَانَادٰى بِسَمۡعٍ وَّ طَاعَةٍ وَبِيۡ نَشۡوَةٌ لَبَّيۡكَ يَامَنۡ لَّهُ الۡفَضۡلُ

جب وہ منادی (موذن) پکارتا ہے تو میں بحالتِ نشاط، اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے! لبیک یعنی حاضر ہوں۔

وَيَصۡفَرُّ لَوۡنِيۡ خِيۡفَةً وَّ مَهَابَةً وَيَرۡجِعُ لِيۡ عَنۡ كُلِّ شُغۡلٍ بِهٖ شُغۡلُ

"اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے"۔

وَحَقِّكُمۡ مَا لَذَّلِيۡ غَيۡرُ ذِكۡرِكُمۡ وَذِكۡرُ سِوَاكُمۡ فِىۡ فَمِيۡ قَطُّ لَايَحۡلُوۡ

"تمہارے حق کی قسم! تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا"

مَتٰی یَجْمَعُ الْاَیَّامُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَیَفْرَحُ مُشْتَاقٌ اِذَا جَمَعَ الشَّمْلُ

"دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے"۔

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَیْنَاهُ نُوْرَ جَمَالِکُمْ یَمُوْتُ اِشْتِیَاقًا نَحْوَکُمْ قَطُّ لَا یَسْلُوْ

"جس کی آنکھوں نے تمھارے جمال کا نور دیکھا ہے تمھارے اشتیاق میں مر جائے گا، کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا"۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں، وہ مسجد کے کھونٹے ہیں۔ فرشتے ان کے ہمنشیں ہوتے ہیں، اگر وہ بیمار ہو جائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اعانت کرتے ہیں[1]۔

(۲) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِی الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰی صَلٰوتِهٖ فِیْ بَیْتِهٖ وَ فِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّ عِشْرِیْنَ ضِعْفًا وَذَالِكَ أَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الْمَسْجِدِ لَا یُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ یَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِیْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰی لَمْ تَزَلِ الْمَلٰئِکَةُ تُصَلِّیْ عَلَیْهِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ مَالَمْ یُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَیْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَ لَا یَزَالُ فِیْ صَلٰوةٍ مَا اِنْتَظَرَ الصَّلٰوةَ۔

(متفق علیہ)

رواہ البخاري، کتاب الاذان، باب فضل صلوۃ الجماعۃ: ۶۲۰،

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو۔ پچیس درجہ المُضاعف ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ادارہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہو جاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے گا، فرشتے اس کیلئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں

---

[1] مسند احمد، مسند ابی ھریرہ، ۹۴۲۴

اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتار ہتا ہے۔

(۲۳۲/۱)۔ **واللفظ له ومسلم**، كتاب المساجد، باب فضل صلوٰة الجماعة: ۱۴۷۰، (۱۵۳/۵)۔ **وأبوداود**، كتاب الصلوٰة، باب ما جاء في فضل المشي الى الصلوٰة: ۵۶۰، (۴۱۷/۱)۔ **والترمذي**، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء في فضل الجماعة: ۲۱۶ (۶۳)۔ **وابن ماجه**، كتاب المساجد والجماعات، باب فضل الصلوٰة في جماعة: ۸۷۶، (۴۳۳/۱)۔ **كذا في الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في صلوٰة الجماعة: ۴۰۲، (۲۰۳)۔

ف: پہلی حدیث میں ستائیس درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس درجہ کی، ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروحِ حدیث میں مذکور ہیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس کی ہو جاتی ہے، بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سِرّی (آہستہ آواز والی) نمازوں میں پچیس ہے اور جہری میں ستائیس ہے، بعض نے ستائیس عشاء اور صبح کیلئے بتایا ہے کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس باقی نمازوں میں، بعض شُرّاح نے لکھا ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اس کا ظہور ہے، اس لئے اول پچیس درجہ تھا بعد میں ستائیس ہو گیا۔

بعض شُرّاح نے ایک عجیب بات سمجھی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں کہ وہ پچیس درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس درجہ اَلْمُضاعف ہوتی ہے جس کا ترجمہ دوچند اور دو گنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس مرتبہ تک دوگنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے، اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پنتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس درجہ ہوا ہے، حق تعالیٰ شانہ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حقبہ ہے جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرین قیاس بھی ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت کی نماز میں کس قدر اجر وثواب اور کس کس طرح حسنات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر

ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے۔ بنو سلمہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا، ان کے مکانات مسجد سے دور تھے، انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہو جائیں، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہیں رہو، تمھارے مسجد تک آنے کا ہر قدم لکھا جاتا ہے [1]۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے کہ جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے۔ اس کے بعد حضور ﷺ ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکا تو اس کے بعد جب تک مصلے پر رہے، فرشتے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں [2]۔ فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں، ان کی دعا کی برکات خود ظاہر ہیں۔

محمد بن سماعہ رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ عالم ہیں، جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین برس کی عمر میں انتقال ہوا، اس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے، کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوئی، صرف ایک مرتبہ جس دن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیرِ اولیٰ فوت ہو گئی تھی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہو گئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے، اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پورا ہو جائے، تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے: محمد! پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی، مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہو گا۔ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث میں یہ ارشاد نبوی آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہو جاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں [3]، تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

مولانا عبد الحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا، چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک آمین کی موافقت ہی

---

[1] مسلم، کتاب المساجد، باب فضل کثرۃ الخطا الی المسجد، ۶۶۵
[2] ابو داود، کتاب الصلوۃ، باب في فضل القعود في المسجد، ۴۶۹
[3] بخاري، کتاب الدعوات، باب التامین، ۶۴۰۲

صرف نہیں بلکہ مجمع کی شرکت، نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں۔ ایک ضروری امر یہ بھی قابل لحاظ ہے علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی ہو گا جب نماز نماز بھی ہو اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مار دی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا۔

(۳) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قال: مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللهُ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى هٰؤُلَآءِ الصَّلٰوةِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَإِنَّ هُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَلَوْ أَنَّ كُمْصَلَّيْتُمْ فِى بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِى بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَمَا مِنْ رَجُلٍ يَتَطَهَّرُ فيحسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّيَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهَا يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ وفى رِوَايَةٍ لَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے (یعنی مسجد میں) اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے تمھارے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں، انہیں میں یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں، اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے، اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک

عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَمْشِيْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يَأْتِيَ الصَّلٰوةَ وَقَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةُ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ۔

(صحیح)

وقال: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم علمناسنن الهدىٰ ون من سنن الهدى الصلوة في المسجد الذي يؤذن فيه (رواه مسلم، كتاب المساجد، باب صلوة الجماعة من سنن الهدىٰ: ۱۴۸۶، (۱۵۸/۵)۔ وأبوداود، كتاب الصلوة، باب التشديد في ترك الجماعة: ۵۵۱، (۴۱۲/۱)۔ والنسائي، كتاب الإمامة، باب المحافظ على الصلوات: ۸۳۷، (۱۰۳/۲)۔ وابن ماجه، كتاب المساجد والجماعات، باب المشي الى الصلوة: ۷۷۷، (۴۲۸/۱)۔ كذافي الترغيب، كتاب الصلوة، باب الترغيب في صلوة الجماعة: ۶۵۲، (۲۰۳)۔ والدر المنثور تحت الآية: ۲۵۳، البقرة۔ والسنة نوعان سنة الهدى وتاركهايستوجب اساءة كالجماعة والاذان والزوائد وتاركهالا يستوجب اساءة كسيرالنبى صلى الله عليه وسلم في لباسه وقعوده كذافي نورالانوار والاضافة في سنة الهدى بيانية اى سنة هى هدى والحمل مبالغة كذافي قمرالاقمار)

خطا معاف ہو گی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا، ورنہ حضور ﷺ کے زمانہ میں عام منافقوں کی بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار، ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا، وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

ف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جا سکتا تھا تو وہ بھی جا کر شریک ہو جاتا تھا، چاہے دو آدمیوں کو کھینچ کر لے جانے کی نوبت آتی اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جب کہ ان کے اور ہمارے آقا نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح کا اہتمام تھا، چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے مرض الوفات میں یہی صورت پیش آتی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے، آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کے سہارے سے مسجد میں تشریف لئے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا بھی نہ تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تعمیلِ ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی، حضور ﷺ جا کر نماز میں شریک ہوئے [1]۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تُو اسے دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر (زندوں میں اپنے کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی

---

[1] بخاری، کتاب الاذان، باب من اسمع الناس تکبیر الإمام، ۷۱۲

خوشی، نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بد دعا سے اپنے کو بچا اور جو تُو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر[1]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہیں، اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے، تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور جماعت سے ان کو پڑھتے[2]۔

(۴) عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِىْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ۔

(ض)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو، تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں، ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا، دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

رواه الترمذی، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء في فضل تكبيرة الأولىٰ: ۲۴۰، (۶۹)۔ **وقال: اعلم احدا رفعه الا ماروي مسلم بن قتيبة عن طعمة بن عمرو قال: المملی ومسلم وطعمة وبقية رواته ثقاة كذافي الترغيب،** كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في الصلوٰة: ۵۶۸، ص (۲۰۵)۔ **قلت وله شواهد من حديث عمر رضی اللہ عنہ رفعه من صلى في مسجد جماعة اربعين ليلة لا تفوته الركعة الأولىٰ من صلوة العشاء كتب الله له بهاعتقا من النار رواه ابن ماجه،** كتاب المساجد والجماعات، باب الصلوٰة العشاء: ۷۹۶، (۱/۴۳۷)۔ **واللفظ له والترمذي وقال: نحو حديث انس يعنى المتقدم ولم يذكر لفظه وقال: مرسل يعنى ان عمارة الراوي عن انس لم يدرك انسا وعزاه في منتخب الكنز،** كتاب الصلوٰة، الباب السابع في صلوٰة الجماعة، (۳/۲۳۸)۔ **الى البيهقى في الشعب،** كتاب الصلوٰة، فصل في الصلوات الخمس: ۲۶۱۲، (۴/۳۴۵)۔ **وابن عساكر،** باب من اسمه نصر: ۱۵۶۰، (۲/۱۱۹۴)۔ وابن النجار

ف: یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے، تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہو گا، نہ منافقوں میں داخل ہو گا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں۔ اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے، چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا

---

[1] شعب الایمان، باب الزہد وقصر الامل، ۱۰۰۶۰

[2] مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجماعۃ، ۶۵۱

ہے [1]، اسی وجہ سے صوفیاء کے یہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ، جن کی برسوں بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

(۵) عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ تَوَضَّأَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَهٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاهُ اللهُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاهَا وَحَضَرَهَا لَا يَنْقُصُ ذٰلِكَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا۔

(حسن)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کیلئے جائے اور وہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس کو جماعت کی نماز کا ثواب ہو گا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہو گی، جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے۔

رواه ابو داود، كتاب الصلوة، باب في من خرج يريد الصلوة: ۵۶۵، (۴۱۹/۱)۔**والنسائي،** كتاب الإمامة، باب حد ادراک الجماعة: ۸۵۵، (۱۱۱/۲)۔**والحاكم** في كتاب الإمامة: ۸۶۳، (۳۳۸/۱)۔**وقال: صحيح على شرط مسلم** واقر عليه الذهبي۔ **كذا في الترغيب،** كتاب الصلوة، باب الترغيب في صلوة الجماعة: ۴۱۰، (۲۰۶)۔**وفيه ايضا،** الترغيب، كتاب الصلوة، باب الترغيب في صلوة الجماعة: ۴۶۳، (۱۳۰/۱)۔**عن سعيد بن المُسَيَّب قال: حضر رجلا من الانصار الموت فقال: انى محدثكم حديثا ما احدثكموه الا احتسابا انى سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذا توضاء احدكم فاحسن الوضوء الحديث وفيه فان اتى المسجد فصلى في جماعة غفرله فان اتى المسجد وقد صلوا بعضا وبقى بعض صلى ما ادرک واتم مابقى كان كذالک فان اتى المسجد وقد صلوا فاتم الصلوة كان كذالک (رواه ابوداود،** كتاب الصلوة، باب ما جاء في الهدى في المشي الى الصلوة: ۵۶۴، (۴۱۸/۱)۔

ف: یہ اللہ کا کس قدر انعام واحسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل جائے گو جماعت نہ مل سکے، اللہ کی اس دین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ محض اس کھٹکا سے کہ جماعت ہو چکی ہو گی مسجد میں جانا ملتوی نہ کرنا چاہیے، اگر جا کر معلوم ہو کہ ہو چکی ہے، تب بھی ثواب تو مل ہی جائے گا، البتہ اگر پہلے سے یقیناً معلوم ہو جائے کہ جماعت ہو چکی ہے تو مضائقہ نہیں۔

(۶) عَنْ قُبَاثِ بْنِ اَشْيَمَ اللَّيْثِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلٰوةُ الرَّجُلَيْنِ يَؤُمُّ اَحَدُهُمَا صَاحِبَهٗ اَزْكٰى عِنْدَ اللهِ مِنْ صَلٰوةِ اَرْبَعَةٍ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی، اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ

---

[1] بخاري، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکة، ۳۲۰۸

تَتْرٰی وَصَلٰوۃُ اَرْبَعَۃٍ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ ثَمَانِیَۃٍ تَتْرٰی وَصَلٰوۃُ ثَمَانِیَۃٍ یَؤُمُّھُمْ اَحَدُھُمْ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ مِائَۃٍ تَتْرٰی۔

(حسن بالشاھد)

رواہ البزار، کشف الاستار عن زوائد البزار، کتاب الصلوٰۃ، باب العذر في ترک الجماعۃ: ۴٦١، (١/٢٢٨)۔ **والطبراني بإسناد لا باس به** في الکبیر، حدیث قباث بن اشیم: ۷۲۷۲، (۱۲/۴۲٦٦)۔ **کذا في الترغیب،** کتاب الصلوٰۃ، باب الترغیب في صلوٰۃ الجماعۃ: ۴۱۲، (۲۰۷)۔ **وفي مجمع الزوائد،** کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ فی الجماعۃ: ۲۱۴۲، ص (۲/۱٦۳)۔ **رواہ البزار والطبراني في الکبیر ورجال الطبراني موثقون وعزاہ في الجامع الصغیر،** باب حرف الصاد: ۷۲۸۳، ص (۱/۴۲۹)۔ **الی الطبراني والبیهقي** في السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء في فضل صلوٰۃ الجماعۃ: ۵۱٦۴، (۳/٦۱)۔ **ورقم له بالصحة وعن ابی بن کعب رفعه بمعنی حدیث الباب وفیه قصة وفي اٰخرہ وکلما کثر فهو احب الی اللّٰہ عزوجل رواہ أحمد وابوداود،** کتاب الصلوٰۃ، باب في فضل صلوٰۃ الجماعۃ: ۵۵۵، (۱/۲۱۴)۔ **والنسائي** في سننه، کتاب الإمامة، باب الجماعۃ اذا کانوا اثنین: ۸۴۳، (۲/۱۰۴)۔ **وابن خزیمه،** کتاب الصلوٰۃ، باب ذکر البیان بانما کثر العدد: ۱۴۷٦، (۲/۳٦٦)۔ **وابن حبان** کتاب الصلوٰۃ، فصل في فضل الجماعۃ: ۲۰۵٦، (۵/۴۰۵) في صحیحهما والحاکم في کتاب معرفة الصحابة، ذکر قباث بن اشیم: ٦٦۲٦، (۳/۷۲۵) وسکت عنه الذهبي۔ **وقد جزم یحیٰ بن معین والذهلی بصحة هذا الحدیث کذا في الترغیب،** کتاب الصلوٰۃ، باب الترغیب في صلوٰۃ الجماعۃ: ۵۹۷، (۱/۱٦۱)۔

پسندیدہ ہے، اسی طرح چار آدمیوں کی جماعت کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے زیادہ محبوب ہے اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی، وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

ف: جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی مل کر گھر، دوکان وغیرہ پر جماعت کر لیں وہ کافی ہے، اول تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا، دوسرے کثرتِ جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے، مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اس کی خوشنودی زیادہ ہو، اسی طریقہ سے کرنا چاہیے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ایک جماعت کی صف کو، ایک اس شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو، تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو [1]۔

(۷) عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں

[1] سنن ابن ماجہ، باب فی ما انکرت الجھمیہ، ۲۰۰

وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ الى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (حسن بالشاھد)

بکثرت جاتے رہتے ہیں، ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوشخبری سنا دے۔

رواہ ابن ماجه، كتاب المساجد، باب المشي الى الصلوٰة: ۷۸۰، (۴۳۰/۱)۔ **وابن خزيمة** في صحيحه في كتاب الصلوٰة، باب فضل المشي الى الصلوٰة: ۱۴۹۹، ص (۴۲۴/۱)۔ **والحاكم، واللفظ له وقال: صحيح على شرط الشيخين** واقر عليه الذهبي، كتاب الإمامة: ۷۶۸، (۳۳۲/۱)۔ **كذا في الترغيب،** كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في صلوٰة العشاء والصبح: ۴۲۵، (۲۱۱)۔ **وفي المشكوٰة** كتاب الصلوٰة، باب المساجد ومواضع الصلوٰة: ۷۲۱، ص (۱۵۹/۱)۔ **برواية الترمذى،** كتاب الصلوٰة، باب ما جاء في فضل العشاء والفجر: ۲۲۳، (۶۵/۱)۔ **وابى داود،** كتاب الصلوٰة، باب ما جاء في المشي الى الصلوٰة: ۵۶۲، (۴۱۸/۱)۔ **عن بريدة ثم قال: رواه ابن ماجه عن سهل ابن سعد و انس اه (قد مر التخريج) قلت وله شاهد في منتخب كنز العمال،** كتاب الصلوٰة، فصل في الصلوات الخمس، (۲۳۸/۳)۔ **برواية الطبراني** في الكبير، باب الصاد: ۷۶۳۳، (۱۴۲/۸)۔ **عن ابى امامة بلفظ بشر المدلجين الى المساجد في الظلم بمنابر من نور يوم القيامه يفزع الناس ولا يفزعون ذكر السيوطي في الدر المنثور في تفسير قوله انما يعمر مساجد الله** تحت الآية: ۱۸، التوبة۔ عدة روايات في هذا المعنى۔

ف: یعنی آج دنیا میں اندھیری رات مسجد میں جانے کی قدر اس وقت معلوم ہو گی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہو گا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہو گا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور قدر اس وقت ہو گی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی ان کے ساتھ ساتھ ہو گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور بے فکر، اور لوگ گھبراہٹ میں ہونگے [1]۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں؟ فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہو گا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے [2]۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں [3]۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنت کے باغ ہیں [4]۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں: جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے تو اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو۔ اس کے بعد ﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ﴾ (التوبة: ۱۸) یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں [5]۔

1. المعجم الکبیر، ۷۶۳۳
2. حلیۃ الاولیاء، ۲۱۳/۱۰
3. مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، ۶۷۱
4. الترمذی، ابواب الدعوات، ۳۵۰۹
5. الترمذی، سورۃ التوبۃ، ۳۰۹۳

ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے [1]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور ہو گا اتنا ہی زیادہ ثواب ہو گا [2]، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر اجر و ثواب ہے اور جتنی دور مسجد ہو گی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے: ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نمازوں کیلئے دوپہر کے وقت جانا، تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا [3]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہو گا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہو گا سات آدمی ایسے ہوں گے، جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے ان میں ایک شخص وہ بھی ہو گا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو [4]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جل شانہ اس سے الفت فرماتے ہیں [5]۔

شریعتِ مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی، اس کے ساتھ ہی بہت سی مصلحتیں بھی ان احکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں ان کی حقیقت تک پہنچنا تو مشکل ہے کہ اللہ جل شانہ کے علوم اور ان کے مصالح تک کس کی رسائی ہے؟ مگر اپنی اپنی استعداد اور حوصلہ کے موافق جہاں تک اپنی سمجھ کام دیتی ہے ان کی مصالح سمجھ میں آتی ہے اور جتنی استعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں ان احکام کی معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ علماء نے جماعت کی مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائی ہیں، ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ:

رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کیلئے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں کہ عبادات

---

1. مسند ابی یعلی، مسند علی، ۴۸۸
2. ابو داود، کتاب الصلوٰۃ، ۵۵۶
3. کنز العمال عن ابن النجار، ۴۳۲۳۵
4. الترمذی، ابواب الزھد، ۲۳۹۱
5. المعجم الاوسط، محمد، ۶۳۸۳

میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنالیا جائے، جو علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ سمجھدار ہو یا نا سمجھ، وہ ادا کی جا سکے، اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں، مسابقت اور تفاخر اسی پر کیا جائے اور ایسی عام ہو جائے کہ ضروریات زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے، تاکہ وہ اللہ کی عبادت کیلئے مؤید ہو جائے اور وہ رسم ورواج جو موجبِ مضرت ونقصان تھا، وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مُہتَم بالشان اور دلیل وحجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں، اس لئے ضروری ہوا کہ آپس میں اس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لئے خاص طور سے اجتماع کیا جائے اور آپس میں اتفاق سے اس کو ادا کیا جائے، نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب وتنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا مکلف نہ کیا جائے تو وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں، اس وجہ سے مصلحت کا مقتضا یہی ہے کہ یہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت کو چھوڑنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہو جائیں اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے اور ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہو جائے جو کسی ماہر کے سامنے رکھی جائے جس سے جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے، رحمت کے طلب کرنے والے، اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوں، برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی

عجیب خاصیت رکھی ہے۔

نیز امتِ محمدیہ علی صاحبھا الصلاۃ والسلام کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو کہ سب کے سب عوام، خواص، شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے، چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا اشعار ہے اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں، ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی، ان کے اظہار واعلان کی ترغیبیں اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چونکہ اظہار واجتماع ایک صرف محلہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا، اور محلہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے، اس لئے محلہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا اور جماعت کی نماز اس کیلئے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کیلئے تجویز ہوئی۔

فصلِ دوم

جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے، ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضگی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں بے گراں انعامات کا وعدہ ہے، ورنہ بندگی کا مقتضا صرف عتاب ہی ہونا چاہیے تھا کہ بندگی کا فرض ہے تعمیلِ ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی، اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب وعذاب ہو وہ بر محل کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے۔ پس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی، مگر پھر بھی اللہ جل شانہ اور اس کے پاک رسول ﷺ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبہ فرمایا، اس کے نقصانات بتائے، مختلف طور سے سمجھایا، پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے۔

(۱) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ سَمِعَ النِّدَآءَ فَلَمْ

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو

يَمْنَعُهُ مِنَ اتِّبَاعِهِ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ: خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ، لَّمْ يُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلّٰى۔

(صحیح)

نہ جائے (وہیں پڑھ لے) تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ ارشاد ہوا کہ مرض ہو، یا کوئی خوف ہو۔

رواه ابوداود، كتاب الصلوٰة، باب في التشديد في ترك الجماعة: ۵۵۲، (۴۱۳/۱) **وابن حبأن** في صحيحه في كتاب الصلوٰة، باب فرض الجماعة: ۲۰۶۴، ص (۴۱۵/۵)۔ **وابن ماجه** بنحوه، كتاب المساجد، باب التغليظ في التخلف عن الجماعة: ۷۹۳، (۴۳۵/۱)۔ **كذافي الترغيب،** كتاب الصلوٰة، باب الترهيب من ترك حضور الجماعة: ۵۹۰، (۲۱۱)۔ **وفي المشكوٰة،** كتاب الصلوٰة، باب الجماعة وفضلها: ۱۰۶۸، (۲۳۵/۱)۔ **رواه ابو داود،** (قد مر التخريج) **والدار قطنى** في سننه، كتاب الصلوٰة، باب الحث لجار المسجد على الصلوٰة: ۴۵۱، (۳۵۰)۔

ف: قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہو گا، گو فرض ذمہ سے اتر جائیگا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی، اس لئے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام واکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے، ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بناء پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر جماعت کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائیگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی اور رسول کی نافرمانی کی [1]۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے، نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا، نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا [2]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں حاضر نہ ہو، اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جاویں، یہ بہتر ہے [3]۔

(۲) عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: اَلْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل، جو اللہ کے منادی (یعنی مؤذن) کی

[1] الدر المنثور، التوبۃ: ۱۷
[2] مصنف ابن ابی شیبہ، من قال اذا سمع المنادی، ۳۴۶۶
[3] مصنف ابن ابی شیبہ، من قال اذا سمع المنادی، ۳۴۶۵

مُنَادِيَ اللهِ يُنَادِيْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يُجِيْبُهٗ۔

آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

(ض)

رواه أحمد في مسنده، مسند المكيين عن سهل عن ابی ہریرة: ۱۵۶۲۷، (۳۹۰/۲۴) من طبعة، مؤسسة الرسالة: سنة ۱۴۲۱ ھ سره في مسند المكيين۔ **والطبراني** في الكبير، باب الميم، : ۳۹۴، ص (۱۸۳/۲۰)۔ **من رواية زبان بن فائد كذافي الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترهيب من ترک حضور الجماعة، : ۵۹۳، (۲۱۲)۔ **وفي مجمع الزوائد**، كتاب الصلوٰة، باب التشديد في ترک الجماعة، : ۲۱۵۹، (۱۶۷/۲)۔ **رواه الطبراني في الكبير** (قد مر التخريج) **وزبان ضعفه ابن معين** (الجرح والتعديل لا بن ابی حاتم، (۲۱۶/۳)۔ **ووثقه ابو حاتم اهو عزاه في الجامع الصغير**، فصل في المحلى بال، : ۳۶۲۰، (۱۳۳۱/۱)۔ **الى الطبراني ورقم له بالضعف**)

ف: کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس حرکت کو کافروں کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے، کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بد بختی اور بد نصیبی کے لئے یہ کافی ہے کہ مؤذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ سلیمان بن ابی حثمہ رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر لوگوں میں تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا، ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمان آج صبح کی نماز میں نہیں تھے۔ والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں، یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں [1]۔

(3) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَتِيْ فَيَجْمَعُوْا اِلَيَّ حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِيَ قَوْمًا يُّصَلُّوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَاُحَرِّقُهَا عَلَيْهِمْ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلا دوں۔

(متفق عليه)

---

[1] موطا امام مالک، کتاب صلاۃ الجماعۃ، باب ماجاء فی صلاۃ الجمعۃ، ۷

رواہ مسلم، کتاب المساجد، باب ماروي في التخلف عن الجماعة: ۱۴۸۱، (۱۵۶/۵)۔ **وأبو داود،** کتاب الصلوٰة، باب في التشديد في ترک الجماعة: ۵۴۹، (۲۱۲/۱)۔ **وابن ماجه،** کتاب المساجد، باب التغليظ في التخلف عن الجماعة: ۷۹۱، (۴۳۴/۱)۔ والترمذي، ابواب الصلوٰة، باب في من سمع النداء: ۲۱۷، (۶۳/۱)۔ **كذا في الترغيب،** کتاب الصلوٰة، باب الترهيب من ترک حضور الجماعة: ۵۹۴، (۲۱۲)۔ **قال: السيوطي في الدر** تحت الآية ۲۵۳، البقرة، **أخرج ابن ابى شيبة،** کتاب الصلوٰة، باب في التخلف عن الجماعة: ۳۳۷۰، (۳۳۲/۱)۔ والبخاري، کتاب الاذان، باب وجوب الصلوٰة الجماعة: ۶۵۷، (۱۳۲/۱)۔ **ومسلم،** کتاب المساجد، باب فضل صلوٰة الجماعة: ۱۵۱۵، (۱۲۳/۲)۔ وابن ماجه، کتاب المساجد، باب صلوٰة العشاء الاخيرة: ۷۸۷، (۴۳۷)۔ **عن ابى هريرة رفعه اثقل الصلوٰة على المنافقين صلوٰة العشاء وصلوٰة الفجر ولو يعلمون مافي هما لا توهما ولو حبوا ولقد هممت اٰمر بالصلوٰة فتقام الحديث بنحوه)**

ف: نبی اکرم ﷺ کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو امت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی، ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں، اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

(۴) عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَامِنْ ثَلَاثَةٍ فِي قَرْيَةٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِيهِمُ الصَّلٰوةَ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ فَاِنَّمَا يَاْكُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِيَةَ۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو، تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اس لئے جماعت کو ضروری سمجھو، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھاجاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

(صحيح بالشواهد)

رواہ أحمد في مسنده، تتمة مسند الانصار: ۲۱۷۱۵، (۴۲/۳۶)۔ **وأبو داود،** کتاب الصلوٰة، باب في التشديد في ترک الجماعة، ۵۴۷، (۲۱۱/۱)۔ **والنسائي،** کتاب الإمامة، باب في التشديد في ترک الجماعة: ۸۴۷، (۱۰۶/۲)۔ **وابن خزيمة** في صحيحه في کتاب الصلوٰة، باب التغليظ في ترک صلوٰة الجماعة: ۱۴۸۶، (۷۱۹/۱)۔ **وابن حبأن في صحيحه** في کتاب الصلوٰة، باب فرض الجماعة، ۲۱۰۱، (۴۵۷/۵)۔ **والحاكم** في کتاب الإمامة: ۷۶۵، (۳۳۰/۱)۔ **وزاد رزين في جامعه ـــ وان ذئب الانسان الشيطان اذا خلا به اكله كذا في الترغيب،** کتاب الصلوٰة، باب الترهيب من ترک حضور الجماعة: ۵۹۲، (۲۱۱)۔ **ورقم له في الجامع الصغير بالصحة،** حرف الميم، (۱۰۷/۳)۔ **وصححه الحاكم** واقره عليه الذهبي۔

ف: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں، اگر تین آدمی ہوں تو ان کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے، بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ کسان عام طور سے اول تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے لئے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں، حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں، تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل

کریں۔ چار پیسے کے واسطے سردی، گرمی، دھوپ، بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں، لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے، حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں، تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے، حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس نماز کا ثواب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں: دیکھو جی! میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا۔ یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے، میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا[1]۔

(۵) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَّصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ وَلَا يَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ وَلَا الْجُمُعَةَ فَقَالَ: هٰذَا فِي النَّارِ۔

(صحیح)

رواه الترمذي موقوفا، ابواب الصلوٰة، باب في من يسمع النداء، ۲۱۸: ، ص (٦٣)۔ كذافي الترغيب، كتاب الصلوٰة، باب الترهيب من ترک حضور الجماعة: ٦٠٠، (٢١٤)۔ وفي تنبيه الغافلين، كتاب الصلوٰة، باب الصلوات الخمس،: ۳۷۸، (۱۲۳)۔ روي عن مجاهد ان رجلا جاء الى ابن عباس فقال: يا ابن عباس ماتقول في رجل فذكر بلفظه زادفي أخره فاختلف اليه شهر أيساله عن ذلک وهويقول هوفي النار۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اس کے متعلق کیا حکم ہے) آپ نے فرمایا یہ شخص جہنمی ہے۔

ف: گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل آئے کہ بہر حال مسلمان ہے، مگر نہ معلوم کتنے عرصہ تک پڑا رہنا پڑیگا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا تو زور ہوتا ہے مگر جماعت کی پرواہ نہیں ہوتی، اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں، حالانکہ کمالِ بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہ لعنت بھیجتے ہیں: ایک اس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول وجہ سے) ناراض ہوں اور وہ امامت کرے، دوسرے اس عورت پر جس کا خاوند اس سے ناراض ہو، تیسرے اس شخص

---

[1] ابوداود، ابواب الصلوٰۃ، باب الأذان فی السفر، ۱۲۰۳

پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو[1]۔

(۶) اَخْرَجَ اِبْنُ مَرْدَوَیْهِ عَنْ کَعْبِ الْاَحْبَارِ قال: وَالَّذِیْ اَنْزَلَ التَّوْرَاۃَ عَلٰی مُوْسٰی وَالْاِنْجِیْلَ عَلٰی عِیْسٰی وَالزَّبُوْرَ عَلٰی دَاؤٗدَ وَالْفُرْقَانَ عَلٰی مُحَمَّدٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَاتُ فِی الصَّلَوَاتِ الْمَکْتُوْبَاتِ حَیْثُ یُنَادِیْ بِهِنَّ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ اِلٰی قوله وَهُمْ سَالِمُوْنَ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ اِذَا نُوْدِیَ بِهَا۔

وأخرج البیہقی في الشعب عن سعیدبن جبیرقال: الصلوت في الجماعات، کتاب الصلوۃ، باب فضل المشي الی المساجد، ۲۶۵۵، (۳۶۶/۴)۔ وأخرج البیہقیعن ابن عباس قال: الرجل یسمع الا ذان فلا یجیب الصلوۃ، ایضا: ۲۶۵۶، کذا في الدر المنثورتحت الآیۃ: ۳۳،، القلم۔ قلت وتمام الایۃ یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ الی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ الی السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ

حضرت کعب رضی اللہ عنہ احبار فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰؑ پر اور انجیل حضرت عیسیٰؑ اور زبور حضرت داؤدؑ پر (عَلٰی نَبِیِّنَا وَ عَلَیْهِمَ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ) نازل فرمائی اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارہ میں جہاں اذان ہوتی ہو، نازل ہوئی ہیں۔ (ترجمۂ آیات) جس دن حق تعالیٰ شانہ ساق کی تجلّی فرمائیں گے (جو ایک خاص قسم کی تجلّی ہو گی) اور لوگ اس دن سجدہ کیلئے بلائے جاویں گے تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے، ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی، اس لئے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم تندرست تھے (پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)۔

ف: ساق کی تجلّی ایک خاص قسم کی تجلّی ہے جو میدانِ حشر میں ہو گی اس تجلّی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے، مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے جن کی کمر تختہ ہو

[1] مسند البزار، مسند أبي حمزۃ أنس بن مالک، ۶۷۰۷

جائے گی اور سجدہ پر قدرت نہ ہو گی۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں، ایک تفسیر یہ ہے کہ جو کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں جماعت کی نماز کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ دوسری تفسیر بخاری شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے[1]۔ تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں۔ وَاللّٰہُ أَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ أَتَمُّ

بہر حال! اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی، امام تفسیر سے تائید ہوتی ہے، کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدانِ حشر میں ذلت و نکبت (بد بختی) ہو، اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں۔ مسلمان کیلئے تو ایک بھی وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم و ارشاد ہی سب کچھ ہے اور جس کو قدر نہیں، اس کیلئے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں، جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہو گی، جو بیکار ہو گی۔

تیسرا باب

خشوع، خضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں، لیکن اس کے باوجود ایسی بری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے ثواب و اجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر ماردی جاتی ہے، گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے کہ کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے، وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابلِ قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر ماردی گئی، اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا، لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوتی وہ تو اس

[1] بخاری، کتاب التفسیر، باب "یوم یکشف عن ساق"، ۴۹۱۹

صورت میں نہ ہوگی، البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے، کاروبار چھوڑے، مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنا چاہیے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ لے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے، گو وہ قربانی کے بارے میں ہے مگر احکام تو سارے ایک ہی ہیں، فرماتے ہیں ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (الحج: ۳۷) نہ تو حق تعالیٰ شانہ کے پاس ان کا گوشت پہنچتا ہے، نہ ان کا خون، بلکہ اس کے پاس تو تمھارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے، پس جس درجہ کا اخلاص ہو گا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے یمن کو بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا کہ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے [1]۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اخلاص والوں کے لئے خوشحالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں، ان کی وجہ سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں [2]۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس امت کی مدد فرماتے ہیں، نیز ان کی دعا سے ان کی نماز سے، ان کے اخلاص سے [3]۔ نماز کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے ﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ﴾ بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں۔ بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں: ایک یہ کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کر دے، دوسرے یہ کہ متوجہ نہ ہو، ادھر ادھر مشغول ہو، تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں، دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے ﴿وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (النساء: ۱۴۲)، اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر

---

[1] مستدرک حاکم، کتاب الرقاق، ۷۸۴۴
[2] حلیۃ الاولیاء، ۱۶/۱
[3] نسائی، کتاب الجهاد، باب الاستنصار بالضعیف، ۳۱۷۸

بہت تھوڑا سا۔ ایک جگہ چند انبیاء عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کا ذکر فرما کر ارشاد ہے:
﴿فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (مریم: ۵۹) پس ان نبیوں کے بعد بعضے ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کر دیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے، سو عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔

''غَیّ'' کا ترجمہ لغت میں گمراہی ہے جس سے مراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ ''غَیّ'' جہنم کا ایک طبقہ ہے جس میں لہو، پیپ وغیرہ جمع ہو گا اس میں یہ لوگ ڈال دیئے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے ﴿وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾ (التوبۃ: ۵۴) (ترجمہ) ''اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے، اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے۔

اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِىْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون: ۱) (ترجمہ) ''بے شک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات سے اعراض کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (یا اپنے اخلاق کو درست کرنے والے ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں بجز اپنی بیبیوں اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں، البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں

اور اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرنے والے ہیں اور جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں، یہی لوگ جنت کے وارث ہیں، جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے۔

حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں، اسی پر عرش الٰہی ہو گا، جب تم جنت کی دعا کیا کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو[1]، دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔ ﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝ (البقرۃ: ۴۵) (ترجمہ) بے شک نماز دشوار ہے مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے ﴿فِىْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ط وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (النور: ۳۶)۔ ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ جل شانہ نے حکم فرمادیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے، ان کو بلند کیا جائے، ان میں صبح شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے، وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی (یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرماویں اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرمادیں اور اللہ جل شانہ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرمادیتے ہیں۔

تو وہ داتا ہے کہ دینے کیلئے — در تری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

[1] ترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ درجات الجنۃ، ۲۵۳۱

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے، ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے [1]۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے، یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں ﴿اَقَامَ الصَّلٰوةَ﴾ اور ﴿یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ﴾ آیا ہے، یہی مراد ہے۔

یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی ﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًاo وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًاo﴾ (الفرقان: ٦٣) اور رحمن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی سے (اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب ان سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفعِ شر کی ہو، یا بس دور ہی سے سلام) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گزار دیتے ہیں اپنے رب کے لئے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں۔ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے ﴿اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًاoخٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًاo﴾ (الفرقان: ٧٥) (الرعد ٢٣، ٢٤) یہی لوگ ہیں جن کو جنت کے بالا خانے بدلہ میں دیئے جائیں گے، اس لئے کہ انہوں نے صبر کیا (یا دین پر ثابت قدم رہے) اور جنت میں فرشتوں کی طرف سے دعا و سلام سے استقبال کیا جاوے گا اور اس جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی اچھا ٹھکانہ اور رہنے کی جگہ ہے (دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍo سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِo﴾ (الرعد ٢٣، ٢٤) "اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (یا دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا انجامِ کار ٹھکانہ ہے"۔ انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے:

﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

[1] الدر المنثور، البقرة:٢٣

يُنۡفِقُوۡنَ۝ فَلَا تَعۡلَمُ نَفۡسٌ مَّاۤ اُخۡفِیَ لَهُمۡ مِّنۡ قُرَّةِ اَعۡيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ۝ ﴾ (الٓمٓ سجدة: ۴۶) وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو ان کے پہلوان کی خواب گاہوں اور بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور) اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امید میں پکارتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کیلئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پردۂ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔'' انہیں لوگوں کی شان میں ہے: ﴿اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوۡنٍ۝ اٰخِذِيۡنَ مَاۤ اٰتٰٮهُمۡ رَبُّهُمۡ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَبۡلَ ذٰلِكَ مُحۡسِنِيۡنَ۝ كَانُوۡا قَلِيۡلًا مِّنَ الَّيۡلِ مَا يَهۡجَعُوۡنَ۝ وَبِالۡاَسۡحَارِ هُمۡ يَسۡتَغۡفِرُوۡنَ۝ ﴾ (الذریات)، ''بے شک متقی لوگ جنتوں اور پانی کے چشموں کے درمیان میں ہوں گے اور ان کو ان کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنے والے تھے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں استغفار کرنے والے تھے۔

ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے: ﴿اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَيَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِی الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۝ ﴾ (الزمر: ۹) (کیا برابر ہو سکتا ہے بے دین) اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا ہو رات کے اوقات میں، کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو (اچھا آپ ان سے یہ پوچھیں) کہیں عالم اور جاہل برابر ہو سکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالم اپنے رب کی عبادت کرے ہی گا اور جو ایسے کریم مولا کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اَجہل ہے ہی) نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔ ایک جگہ ارشاد ہے ﴿اِنَّ الۡاِنۡسَانَ خُلِقَ هَلُوۡعًا۝ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوۡعًا۝ وَّاِذَا مَسَّهُ الۡخَيۡرُ مَنُوۡعًا۝ اِلَّا الۡمُصَلِّيۡنَ۝ الَّذِيۡنَ هُمۡ عَلٰى صَلَاتِهِمۡ دَآئِمُوۡنَ۝ ﴾ (المعارج) اس میں شک نہیں کہ انسان غیر مستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب کوئی تکلیف اس کو پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی

ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہنچے، مگر (ہاں) وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور سکون ووقار سے پڑھنے والے ہیں۔ آگے ان کی اور چند صفتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ ﴿وَالَّذِیۡنَ هُمۡ عَلٰی صَلَاتِهِمۡ یُحَافِظُوۡنَ ۝﴾ (المعارج: ۳۴) ﴿اُولٰٓئِكَ فِیۡ جَنّٰتٍ مُّكۡرَمُوۡنَ ۝﴾ (المعارج: ۷) ''اور وہ لوگ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اکرام کیا جائیگا۔''

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل، ان کے اعزاز واکرام ذکر فرمائے گئے ہیں اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے۔ اسی وجہ سے دو جہان کے سردار، فخر رسل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ دعا فرماتے ہیں: ﴿رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوةِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۔ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ﴾ (ابراھیم: ۴۰) اے رب! مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنادے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما، جو اہتمام کرنے والے ہوں، اے ہمارے رب! میری یہ دعا قبول فرمالے۔ اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے مانگتا ہے۔ خود حق سبحانہ وتقدس اپنے محبوب سید المرسلین کو حکم فرماتے ہیں ﴿وَاۡمُرۡ اَهۡلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصۡطَبِرۡ عَلَیۡهَا ؕ لَا نَسۡـَٔلُكَ رِزۡقًا ؕ نَحۡنُ نَرۡزُقُكَ ؕ وَالۡعَاقِبَةُ لِلتَّقۡوٰی ۝﴾ (طٰہ: ۱۳۲) ''اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیئے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی (کموانا) نہیں چاہتے، روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیز گاری کا ہے۔'' حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے اور یہی انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ کا بھی معمول نقل کیا گیا ہے کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی دقت پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے [1]۔

مگر ہم لوگ اس اہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمانی کے لمبے لمبے دعووں کے باوجود بھی ادھر متوجہ نہیں ہوتے، بلکہ اگر کوئی بلانے والا، کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کستے ہیں، اس کی مخالفت کرتے ہیں، مگر کسی کا کیا نقصان ہے، اپنا

[1] مصنف عبد الرزاق، کتاب الصلوۃ، باب الصلاۃ من اللیل، ۴۷۴۴

ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں ان میں سے بھی اکثر ایسی پڑھتے ہیں، جس کو نماز کے ساتھ مذاق سے اگر تعبیر کیا جائے تو بیجا نہیں کہ اکثر ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے، خشوع و خضوع کا تو کیا ذکر ہے، حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے ہے، وہ ہر کام خود کر کے دکھلا گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کارنامے بھی سامنے ہیں، ان کا اتباع کرنا چاہیے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند قصے نمونہ کے طور پر اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں، یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرتا ہوں۔

شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ مشہور صوفیاء میں ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے، جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں، کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر، میں تیری طلب میں ہوں، اس کے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے، یہ خواب سے اٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا۔ کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

شیخ مظہر سعدی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ ہیں، جو اللہ جل شانہ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے، ایک شب خواب میں دیکھا، گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے، اس کے کناروں پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہلا رہے ہیں۔ وہاں چند نوعمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں، اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابو بکر ضریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا، دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا، ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے

آج رات سو گیا تھا، خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی، اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں، مگر ایک ان میں نہایت بدصورت بھی ہے، میں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گزشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔ ایک بزرگؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی، میں نے خواب میں دیکھتا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی، اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو بھی کبھی نہیں سونگھی، اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا، جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے، ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالاخانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی، اپنی نیند سے اٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار آتے ہیں تو نیند بالکل اڑ جاتی ہے۔

حضرت عطا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا، وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی، میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا، جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو میں نے دیکھتا کہ وہ اٹھی، وضو کیا، نماز شروع کر دی اور نماز میں یہ حالت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا، نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی: اے میرے معبود! آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم! مجھ پر رحم فرما، میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر اس کو غصہ آ گیا اور کہنے لگی: قسم ہے اس ذات کی اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں نہ کھڑا رکھتا، پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے، جن کا مطلب یہ ہے کہ بے چینی بڑھتی جا رہی ہے اور دل جلا جا رہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں، اس شخص کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور اضطراب سے چین ہی نہیں، اے اللہ! اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کہ مجھ پر احسان فرما، اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ! میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا، اب مخلوق کو خبر ہو

چلی، اب مجھے اٹھالیجئے۔ یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سرّی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی پیش آیا، کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کیلئے ایک باندی خریدی، ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اخفاء کرتی، اُس کی نماز کی ایک جگہ متعین تھی، جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جاکر نماز میں مشغول ہو جاتی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فلاں فلاں کام کر دیں، میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت! یوں کہہ کہ میری محبت کے وسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے۔ کہنے لگی: میری آقا! اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمھیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا، سری رحؒ کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں نے اس کو بلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں، اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے، اس کو کچھ سامان دیکر آزاد کر دیا۔

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی: اے اللہ! ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھ سکتی، تو اسے دیکھتا ہے اور اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ! اگر وہ میری برائی چاہے تو تُو اس کو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تُو اس کے مکر کا انتقام لے، میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں، اس کے بعد وہ روتی رہتی تھی حتیٰ کہ روتے روتے ایک آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اس سے کہا: خدا سے ڈر، کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے، اس نے کہا کہ اگر یہ آنکھ جنت کی آنکھ ہے تو اللہ جل شانہ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اس کا دور ہی ہونا اچھا ہے۔

شیخ ابو عبد اللہ جلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی، والد صاحب بازار تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا، مچھلی خریدی، گھر تک لانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نوعمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا: چچا

جان! اسے اٹھانے کے واسطے مزدور چاہیے؟ کہا: ہاں۔ اس لڑکے نے اپنے سر پر اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا۔ راستہ میں اس نے اذان کی آواز سن لی، کہنے لگا: اللہ کے منادی نے بلایا ہے، مجھے وضو بھی کرنا ہے، نماز کے بعد لے جاسکوں گا، آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی مچھلی لے لیجئے۔ یہ کہہ کر مچھلی رکھ کر چلا گیا، میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے، ہمیں بطریقِ اولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہ بھی مچھلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے، نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی تھی، اس لڑکے نے اٹھا کر ہمارے گھر پہنچادی، گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصہ والدہ کو سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو روک لو وہ بھی مچھلی کھا کر جائے، اس سے کہا گیا اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے۔ والد نے اصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آکر افطار کرے، لڑکے نے کہا: میں ایک دفعہ جاکر دوبارہ نہیں آتا، یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں ہوں، شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا۔ یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا، شام کو بعد مغرب آیا، کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اس کو تخلیہ کی جگہ بتادی۔ ہمارے قریب ہی ایک اپاہج عورت رہا کرتی تھی، ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تُو کس طرح اچھی ہو گئی؟ کہا: میں نے اس مہمان کے طفیل سے دعا کی تھی کہ یا اللہ! اس کی برکت سے مجھے اچھا کردے، میں فوراً اچھی ہو گئی۔ اس کے بعد جب ہم اس کے تخلیہ کی جگہ اس کو دیکھنے گئے، تو دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور اس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا، طبیبوں نے کہا: اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے، ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ، جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا، ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

ابو عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی، جو نہایت دبلی پتلی تھی، اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے، میں نے اس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا، اس سے کہا: ہمارے ساتھ بازار چل، رمضان المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں، کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے

واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے، وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی، رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے، تو بھی ساتھ چلنا، عید کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے کہنے لگی: میرے آقا! تم دنیا میں بہت ہی مشغول ہو، پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہوگئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی، حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچی ﴿وَيُسْقَىٰ مِن مَّآءٍ صَدِيدٍ﴾ الایۃ۔ (ابراھیم، ۱۶) اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

ایک سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی، کئی دن ایسے گزر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہلِ مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں۔ ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جل شانہ نے ان کو پیدا ہی اس لئے فرمایا تھا، لیکن جو حضرات اکابر کہ دوسرے دینی اور دنیوی مشاغل میں مشغول تھے ان کی حرص بھی ہم جیسوں کو دشوار ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے سب ہی واقف ہیں، خلفاءِ راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے، ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول ہونے والے تو اور بھی ہوں گے، مگر ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا۔ عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتے اور دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اس میں نیند کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی۔ پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے۔ کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی، ان کی بیوی عبد الملک بادشاہ کی بیٹی تھیں۔ باپ نے بہت سے زیورات جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی، آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر، یا تو وہ زیور سارا اللہ کے واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کرا دوں، یا مجھ سے جدائی اختیار کر لے، مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں، بیوی نے عرض کیا کہ وہ مال کیا چیز ہے، میں اس سے کئی چند زیادہ پر

بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی، یہ کہہ کر سب بیت المال میں داخل کر دیا، آپ کے انتقال کے بعد جب عبد الملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا، اگر تم چاہو تو تمھارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے، فرمانے لگیں کہ جب میں ان کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔

مرض الموت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ نہیں۔ پھر ایک غلام کو بلایا، اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھ کو آمادہ کیا؟ اس نے کہا: سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا، آپ نے فرمایا: وہ دینار لے آ، اس نے حاضر کئے، آپ نے ان کو بیت المال میں داخل فرما دیا، اور اس غلام سے فرمایا: تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے، انتقال کے وقت مسلمہؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہو گا، آپ کے تیرہ بیٹے ہیں اور ان کیلئے نہ کوئی روپیہ آپ نے چھوڑا، نہ پیسہ، آپ نے فرمایا: ذرا مجھے بٹھا دو، بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں۔ پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہ خود ان کا کفیل ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے ﴿وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ﴾ (الاعراف: ۱۹۶) (وہی مُتولی ہے صلحاء کا) اور اگر وہ گناہ گار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو فقہ کے مشہور امام ہیں، دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ایک رکعت میں پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ حضرت محمد بن مُنکدر رحمۃ اللہ علیہ مشہور حفاظِ حدیث میں ہیں۔ ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی، کسی نے دریافت کیا تو فرمایا: تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی ﴿وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ﴾ (الزمر: ۴۷)، اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت

عذاب سے چھوٹنے کیلئے فدیہ کے طور پر دینے لگیں۔ اس کے بعد ارشاد ہے ﴿وَبَدَا لَهُم﴾ الآیۃ: اور اللہ کی طرف سے ان کیلئے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بداعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ حفاظِ حدیث میں ہیں، اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی، فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے۔ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے۔ ابو سنان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خدا کی قسم! میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا، دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں، میں نے اپنے ساتھی سے کہا: دیکھو، یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ۔ جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابت کا عمل کیا تھا، اس نے کہا کہ کیوں پوچھتے ہو؟ ہم نے قصہ بیان کیا۔ اس نے کہا کہ پچپیس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کرتے تھے کہ یا اللہ! اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے، لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے، حضرت محمد بن نصر رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدّث ہیں، اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر مشکل ہے، ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل آیا، مگر نہ حرکت ہوئی، نہ خشوع خضوع میں کوئی فرق آیا۔ کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقی بن مخلد رحمۃ اللہ علیہ روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، حضرت ہنّادؒ ایک محدث ہیں، ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک

مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے، اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے، دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے، پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآنِ پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے، مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں، اس نے کہا کہ ستر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھوگے تو اور بھی تعجب کروگے۔

مسروق رحمۃ اللہ علیہ ایک مُحدِّث ہیں، ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیّب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی۔ اور ابو المعتمر رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایسا ہی کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو طالب مکیؒ سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے [1]۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے، ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا، صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے اور جب بادشاہِ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضُعف بہت ہو گیا تو ڈیڑھ سو رہ گئی تھیں اور تقریباً اسّی برس کی عمر تھی۔ ابو عتاب سُلمی رحمۃ اللہ علیہ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے۔ ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات تو

[1] المعجم الاوسط، من اسمہ احمد، ۲۸

فیق والوں کے کتبِ تواریخ میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے، نمونہ اور مثال کیلئے یہی واقعات کافی ہیں، حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ حصہ اپنے لطف وفضل سے نصیب فرمائیں، آمین۔

(۱) عَنْ عَمَّارِبْنِ يَاسِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ الرَّجُلَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهٗ إِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِهٖ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا۔

(صحیح)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کیلئے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے، اسی طرح بعض کیلئے نواں حصہ، بعض کیلئے آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصہ لکھا جاتا ہے۔

رواه ابو داود، كتاب الصلوٰة، باب ما جاء في نقصان الصلوٰة: ۷۹۶۔ (۲۱۱/۱)۔ **وقال: المنذري في الترغيب**، كتاب الصلوٰة: ۷۶۴، (۲۰۱/۱) **رواه ابو داود والنسائي** في الكبرىٰ، كتاب الصلوٰة، باب نقصان الصلوٰة: ۶۱۵، (۳۱۶/۱)۔ **وابن حبأن في صحيحه بنحوه**، كتاب الصلوٰة، باب ذكر البيان بأن المرء يكتب له بعض صلوٰته: ۱۴۹۳، (۳۶۰/۲)۔ **وعزاه في الجامع الصغير**، حرف الهمزه (۳۰۳/۱)۔ الى أحمد **وابى داود، وابن حبأن ورقم له بالصحيح وفي المنتخب۔۔۔ عزاه الى أحمد ايضا وفي الدر المنثور** تحت الآية: ۳، النور۔ **أخرج أحمد** في مسند المكيين: ۱۵۵۲۲، (۲۸۰/۲۴)۔ **عن ابى اليسر مرفوعاً منكم من يصلى الصلوة كاملة ومنكم من يصلى النصف والثلث والربع حتىٰ بلغ العشر قال: المنذري في الترغيب**، كتاب الصلوٰة: ۷۶۵، (۲۰۲/۱)۔ **رواه النسائي** (قد مر تخريج **بإسناد حسن واسم ابى اليسر كعب بن عمرو السلمى شهد بدراًاه)**

ف: یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اتنی ہی مقدار اجر وثواب کی ملتی ہے، حتیٰ کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے، اگر اس کے موافق خشوع وخضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے، حتیٰ کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل بھی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کیلئے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے، جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے [1]۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائیگا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا [2]۔

(۲) رُوِيَ عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو

[1] الترغیب للاصبہانی، باب الترغیب فی الصلاۃ، ۱۹۱۹

[2] مسند الشامیین، لقمان بن عامر، ۱۵۷۹

صَلَّى الصَّلَوٰتِ لِوَقْتِهَا وَاَسْبَغَ لَهَا وُضُوْءَهَا وَاَتَمَّ لَهَا قِيَامَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ بَيْضَاءُ مُسْفِرَةٌ تَقُوْلُ حَفِظَكَ اللّٰهُ كَمَا حَفِظْتَنِيْ وَمَنْ صَلَّاهَا لِغَيْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ يُسْبِغْ لَهَا وُضُوْءَهَا وَلَمْ يُتِمَّ لَهَا خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا خَرَجَتْ وَهِيَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِيْ حَتّٰى إِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلِقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهُه۔

(ض)

رواه الطبراني في الأوسط، باب الباء من اسمه بكر: ۳۰۹۵، (۲۶۳/۳)۔ **كذا في الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في الصلوٰة في اول وقتها: ۵۶۹، (۲۰۳/۱)۔ **والدر المنثور** تحت الآية: نمبر ۲۵۳، البقرة۔ **وعزاه في المنتخب**، كتاب الصلوٰة، الباب الثانى في احكام الصلوٰة، (ص۱۳۷/۳)۔ **الى البيهقى في الشعب**، كتاب الصلوٰة، باب تحسين الصلوٰة: ۲۸۷۱، (۵۰۱/۴)۔ **وفيه ايضا** (في الحوالة السابقة) **برواية عبادة رضي الله عنه بمنعاه وزاد في الأولى بعد قوله كماحفظتى ثم اصعد بهاالى السماء ولهاضوء ونور ففتحت له ابواب السماء حتىٰ ينتهى بهاالى الله فتشفع لصاحبهاوقال: في الثانية وغلقت دونهاابواب السماء وعزاه في الدر** تحت الآية ۲۵۳، البقرة، **الى البزار**، في مسند عبادة بن صامت،: ۲۶۹۱، (۴۱۵/۱) **والطبراني وفي الجامع الصغير**، باب الالف: ۳۶۴، (۲۷/۱)۔ **حديث عبادة الى الطيالسى**، احاديث عبادة بن صامت،: ۵۸۵، (۸۰/۱)۔ **وقال: صحيح**۔

جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے، وضو بھی اچھی طرح کرے، خشوع و خضوع سے بھی پڑھے، کھڑا بھی پورے وقار سے ہو، پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح سے اطمینان سے کرے۔ غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی۔ اور جو شخص نماز کو بری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بری صورت سے سیاہ رنگ میں بد دعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تو نے مجھے ضائع کیا، اس کے بعد وہ نماز پرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

ف: خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کیلئے دعا کرتی ہے، لیکن عام طور سے جیسی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے، سجدے سے اٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوے کی سی ٹھونگ دوسری دفعہ ماردی۔ ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیثِ شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بد دعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آج

کل مسلمان گرتے جارہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے، اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کیلئے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کیلئے حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے [1]۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں رکوع اچھی طرح نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے، اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اسقاط کر دے [2]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی [3]۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لیکر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع خضوع سے پڑھتا رہا ہو، تو حق تعالیٰ شانہ نے عہد فرمالیا کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائے گا اور جو ایسی نمازیں نہ لیکر حاضر ہو اس کیلئے کوئی وعدہ نہیں ہے، چاہے اپنی رحمت سے معاف فرمادیں چاہے عذاب دیں [4]۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: تمھیں معلوم بھی ہے کہ اللہ جل شانہ نے کیا فرمادیا، ؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں، حضور ﷺ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہ کرامؓ یہی جواب دیتے رہے، اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنی عزت اور اپنی بڑائی کی قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا، میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کرے گا تو میرا دل چاہے گا، رحمت سے بخش دوں گا، ورنہ عذاب دوں گا [5]۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

---

1. شعب الایمان، کتاب الصلاۃ، باب تحسین الصلاۃ، ۲۸۷۱
2. شعب الایمان، ایضا، ۳۰۱۵
3. ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الغیبۃ والرفث للصائم، ۱۶۹۰
4. کنز العمال عن المعجم الاوسط، ۱۹۰۳۳
5. المعجم الکبیر، عبد اللہ بن مسعود، ۱۰۵۵۵

رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْءٌ قَالَ: الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اُنْظُرُوْا هَلْ لِّعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(صحیح بالمتابعة)

قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائیگا، اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہو گا اور بامراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد، خسارہ میں ہو گا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہو گا کہ دیکھو! اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کو پورا کر دیا جائے، اگر نکل آئیں تو ان سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی، اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوۃ وغیرہ کا حساب ہو گا۔

رواه الترمذی، ابواب الصلوٰة، باب ما جاء ان اول مايحاسب به العبد: ۴۱۳، ص (۱۱۲)، **وحسنه النسائی**، كتاب الصلوٰة، باب المحاسبة على الصلوٰة: ۴۶۵، (۲۳۲/۱)۔ وابن ماجه، كتاب إقامة الصلوٰة، باب ما جاء في اول مايحاسب به العبد، ۱۴۲۵، (۱۸۲/۲)۔ **والحاكم** في كتاب الصلوٰة: ۹۶۵، (۳۹۴/۱)۔ **وصححه** واقر عليه الذهبي۔ **كذا في الدر** تحت الآية: ۲۵۳، البقرة۔ **وفي المنتخب**، كتاب الصلوٰة، الفصل الأول في الوجوب، (۱۲۷/۳)۔ **برواية الحاكم في الكنى عن ابن عمر اول ماافترض الله على امتی الصلوات الخمس واول مايرفع من اعمالهم الصلوات الخمس الحديث بطوله بمعنى حديث الباب وفيه ذكر الصيام والزكوة نحو الصلوة وفي الدر أخرج ابويعلى، عن انس رفعه اول ماافترض الله على الناس من دينهم الصلوة وأخر مايبقى الصلوة واول مايحاسب به الصلوة يقول الله انظروا في صلوة عبدی فان كانت تأمة كتبت تأمة وان كانت ناقصة قال: انظروا هل له من تطوع**۔ في مسنده، يزيد الرقاشی، ۴۱۲۲ (۱۵۲/۷)۔ **الحديث فيه ذكر الزكوة والصدقة وفيه ايضا**، اى في الدر۔ **أخرج ابن ماجه**، كتاب إقامة الصلوٰة، باب اول مايحاسب به العبد، ۱۴۲۶ (۱۸۳/۲) **والحاكم** في المستدرك، كتاب الصلوٰة، باب التأمين، ۹۶۶، (۳۹۴/۱) وسكت عنه الذهبي۔ **عن تميم الداری مرفوعاً اول ما يحاسب به العبد يوم القيأمة صلوته الحديث وفي أخره ثم الزكوة مثل ذلك ثم توخذ الاعمال حسب ذلك وعزاه السيوطي في الجامع الصغير**، حرف الالف: ۲۸۴۴، (۲۴۵/۱)۔ **الى أحمد** في مسند الشاميين: ۱۶۹۵۴، (۱۵۲/۲۸)۔ **وابی داود**، كتاب الصلوٰة، باب قوله عليه السلام كل صلوٰة لا يتم: ۸۶۲، (۵۴۲/۱)۔ **والحاكم** (قد مر التخريج) **وابن ماجه**، كتاب إقامة الصلوٰة، باب اول ما جاء يحاسب به العبد،: ۱۴۲۶، (۱۸۳/۲) **ورقم له بالصحيح**۔

ف: اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیئے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہو جائے، بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اجی! ہم سے فرض ہی پورے ہو جائیں تو بہت غنیمت ہے، نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے، اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے پورے ہو جائیں تو بہت کافی ہیں لیکن ان کا بالکل پورا پورا ہو جانا کون سا سہل کام ہے کہ ہر ہر چیز بالکل پوری ادا ہو جائے اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اس کو پورا کرنے کیلئے نفلوں بغیر چارۂ کار

نہیں۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے، ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی پیش کی جاتی ہے اور سب سے پہلے قیامت میں نماز کا ہی حساب ہو گا، اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اس کو پورا کیا جائیگا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا اور فرض روزوں میں جو کمی ہو گی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی اور پھر زکوۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہو گا، ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جائے گا، ورنہ جہنم میں پھینک دیا جائیگا[1]، خود نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی[2]۔

(۴) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ رضی اللہ عنہ قال: قال رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهٖ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهٖ۔

نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائیگا، اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اتریں گے اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔

(حسن بألشواھد)

رواه الطبراني في الأوسط، باب الالف: ۱۸۵۹، (۲۴۰/۴)۔ ولا باس بإسناده انشاء الله كذافي الترغيب، كتاب الصلوٰة، باب الترغيب في الصلوات الخمس: ۵۲۶، (۱۹۵/۱)۔ وفي المنتخب برواية الطبراني في الأوسط ايضا عن انس بلفظه، كتاب الصلوٰة، الفصل الأول في الوجوب، (۱۳۰/۳)۔ وفي الترغيب۔ عن ابى هريرة رفعه الصلوة ثلثة اثلاث، الطهور ثلث والركوع ثلث والسجود ثلث فمن اداها بحقها قبلت منه وقبل منه ساءر عمله ومن ردت عليه صلوته رد عليه سائر عمله اه، كتاب الصلوٰة، باب الترهيب من عدم اتمام الركوع: ۷۳۵، (۲۴۴/۱) رواه البزار، مسند ابى حمزة: ۹۲۷۳، (۱۶۴/۱۶)۔ وقال: لا نعلمه مرفوعاً الا من حديث المغيرة بن مسلم قال: الحافظ وإسناده حسن اه وأخرج مالك في الموطا، كتاب وقوت الصلوٰة: ۶، (۶/۱)۔ ان عمر بن الخطاب كتب الى عماله ان اهم اموركم عندى الصلوة من حفظها اوحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لماسواها اضيع كذافي الدر تحت الآية: ۲۵۳، البقرة۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حُکّام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مُہتم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے، جو شخص اسکی حفاظت اور اس کا اہتمام کریگا وہ دین کے اور اجزاء کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اس کو ضائع کر دیگا، وہ

[1] مسند ابی یعلی، یزید الرقاشی، ۴۱۲۴ [2] مسند البزار، مسند سعد بن طارق، ۲۷۶۵

دین کے اور اجزاء کو زیادہ برباد کر دیگا[1]۔

ف: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان کا منشاء بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے، کیونکہ خوف کی وجہ سے اس کو زیادہ جرأت نہیں ہوتی، لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے اور اس آدمی کے گمراہ کرنے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے اور پھر بہت سے مُہلِکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے[2]۔ اور یہی مطلب ہے حق سبحانہ وتقدس کے ارشاد: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ﴾ کا جس کا بیان قریب ہی آرہا ہے۔

(۵) عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ اَبِي قَتَادَةَ رضی اللہ عنہ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَةً الَّذِيْ يَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ يَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالَ: لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کر لے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! نماز میں سے کس طرح چوری کریگا؟ ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے۔

(صحیح)

رواه الدارمی، كتاب الصلوٰة، باب الذي لا يتم الركوع: ۱۳۲۸، (۱/۲۲۱)۔ **وفي الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترهيب من عدم اتمام الركوع: ۵۳۳، ص (۱/۲۴۳)۔ **رواه أحمد**، مسند ابی سعيد الخدری: ۱۱۵۳۲، ص (۱۸/۹۰)۔ **والطبراني** في الأوسط، باب العين من اسمه عبد الرحمٰن: ۴۶۶۵، ص (۵/۵۹)۔ **وابن خزيمة في صحيحه** في كتاب الصلوٰة، باب اتمام السجود: ۶۶۳، ص (۱/۳۳۱)۔ **وقال: صحيح الاسناد وفي المقاصد الحسنة**، حرف الهمزة: ۲۱۹، ص (۱۱۱)۔ **حديث ان اسوء الناس سرقة رواه أحمد والدار می في مسند يهما من حديث الوليد بن مسلم عن الاوزاعی عن يحیٰ بن ابی كثير عن عبد الله بن ابی قتادة عن ابيه مرفوعاً وفي لفظ بحذف ان وصححه ابن خزيمة والحاكم** في كتاب الصلوٰة، كتاب الإمامة: ۸۳۶، (۱/۳۵۳)۔ **وقال: انه على شرطهما ولم يخرجاه لرواية كاتب الاوزاعی له عنه عن يحیٰ عن ابی سلمة عن ابی هريرة** واقر عليه الذهبي **ورواه أحمد ايضا** (قدمر تخريج) **والطياسی**، باب الافراد: ۲۲۱۹، (۱/۲۹۴)۔ **في مسند يهما من حديث على بن زيد عن سعيد بن المُسَيَّب عن ابی سعيد الخدری به مرفوعا ورواية ابی هريرة عند ابی منيع وفي الباب عن عبد الله بن مغفل عن النعمان بن مرة عند مالك مرسلا**، الموطا، كتاب قصر الصلوٰة، باب العمل في جامع الصلوٰة: ۷۲، (۱/۱۶۷)۔ **في أخرين اه وقال: المنذري في الترغيب**، كتاب الصلوٰة، باب الترهيب من عدم اتمام الركوع: ۷۱۸، (۱/۲۴۱)۔ **لحديث ابن مغفل رواه الطبراني في معاجمه الثلثة**، في الكبير، باب حرف الحاء: ۳۲۸۳، (۳/۲۴۲)، وفي الأوسط، باب حرف الجيم: ۳۳۹۲، (۳/۳۵۵)، وفي الصغير، باب حرف الجيم: ۳۳۵، (۱/۲۰۹)۔ **بإسناد جيد وقال: لحديث ابی هريرة رواه الطبراني في الأوسط وابن حبان في صحيحه** في

[1] مؤطا امام مالک، باب وقوت الصلاۃ، ۶

[2] الغرائب الملتقط، ۲۹۶۲

كتاب الصلوٰة، باب صفة الصلوٰة: ۱۸۸، (۲۰۹/۵)۔ والحاكم وقال: صحيح الا سنادقلت وحديث ابى قتادة وابى سعيدذكر هماالسيوطي في الجامع الصغير، باب الالف: ۱۰۴۰، (۸۰/۱)۔ورقم بالصحيح۔

ف: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ اول تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے۔ حضرت ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف ہوا) ہے۔ حضرت زیاد صحابیؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! علم ہم سے کس طرح اٹھ جائے گا؟ ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا)۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا، یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں، پھر کیا کارآمد ہوا[1]؟ ابو درداء رضی اللہ عنہ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے جاکر یہ قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ابو الدرداء سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اٹھے گی، سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھ جائے گا، تو دیکھے گا کہ بھری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع سے نماز پڑھنے والا نہ ہوگا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جو حضور ﷺ کے رازدار کہلاتے ہیں، وہ بھی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائیگا[2]۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے[3]۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے، مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا، سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا[4]۔ حضرت مجدد الف ثانی نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا، اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا

---

[1] مستدرک حاکم، کتاب العلم، ۳۳۸

[2] حلیۃ الاولیاء، ۲۸۱/۱

[3] مسند احمد، مسند المدنیین، ۱۶۲۸۳

[4] الترغیب للاصبھانی، باب فی الصلاۃ، ۱۹۲۲

اہتمام بھی ضروری ہے، شریعت نے انگلیوں کو ملانے کا، کھولنے کا حکم بے فائدہ نہیں فرمایا، یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے۔ اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جا کر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے، جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب اور سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

(٦) عَنْ اُمِّ رُوْمَانَ رضی اللہ عنہا وَالِدَةِ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ رَآنِيْ اَبُوْبَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ اَتَمَيَّلُ فِى صَلٰوتِيْ فَزَجَرَنِيْ زَجْرَةً كِدْتُّ اَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِيْ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيُسْكِنْ اَطْرَافَهٗ لَا يَتَمَيَّلُ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ فَاِنَّ سُكُوْنَ الْاَطْرَافِ فِي الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

(ض جدا)

أخرجه الحكيم الترمذي، باب الاصل السابع والاربعون والماءة في حقيقة الخشوع،: ۸۲۵، (۵۸۲/۱) **من طريق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابى بكر عن ام رومان كذا في الدر** تحت الآية: ۲، المؤمنون۔ **وعزاه في الجامع الصغير**، باب حرف الالف: ۷۸۳، (۶۰/۱) **الى ابى نعيم في الحلية**، محمد بن مبارک، (۳۰۴/۹)۔ **وابن عدى في الكامل**، من اسمه حكم، (۲۰۲/۲)۔ **ورقم له بالضعف وذكر ايضا**، اى في الجامع الصغير، حرف الميم، ر: ۸۲۴۰، ص (۲۹۹/۲)۔ **برواية ابن عساكر في** تاريخه، محمد بن يحيى الطرابلسى،: ۷۱۰۴، (۲۳۶/۵۶)۔ **عن ابى بكر رضی اللہ عنہ من تمام الصلوة سكون الاطراف**۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں ادھر ادھر جھکنے لگی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی، پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں، بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونیکا جزو ہے۔

ف: نماز کے درمیان سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے

فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے، تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے، اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اوپر اٹھ جاتی تھی۔ جب ﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ o﴾ (المؤمنون: ۱) نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی[1]۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق بھی حدیث میں آیا ہے کہ اول اول ادھر ادھر توجہ فرمالیا کرتے تھے مگر اس آیتِ شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے، ہمہ تن نماز کی طرف متوجہ رہتے تھے، اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی طرف متوجہ ہیں[2]۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے؟ فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجہ رہنا) اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجہ نہ کرے[3]۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں[4]۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور! نفاق کا خشوع کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو[5]۔ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا معلوم ہو اور دل میں خشوع نہ ہو[6]۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضاء میں سکون ہوتا[7]۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا کیسا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے[8]۔ ایک مرتبہ حضور

---

[1] مستدرک حاکم، تفسیر سورۃ المؤمنون، ۳۴۸۳
[2] الدر المنثور، المؤمنون: ۲
[3] مستدرک حاکم، ۳۴۸۲
[4] الدر المنثور، المؤمنون: ۲
[5] شعب الایمان، اخلاص، ۶۵۶۸
[6] شعب الایمان، ۶۵۶۷
[7] نوادر الاصول، ۳/ ۲۱۰
[8] السنن الکبری للنسائی، ۵۳۰

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی [1]۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے۔ متعدد احادیث میں حضور ﷺ ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے ایسی طرح پڑھا کرو جیسا کہ وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی [2]۔

(۷) عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَقَالَ: مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلٰوتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا صَلٰوةَ لَهُ۔

(اسنادہ حسن)

أخرجه ابن ابی حاتم في تفسيره، (عنکبوت: ۴۵) وابن مردويه، كذا في الدر المنثور (ايضا)۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى﴾ الخ (بے شک نماز روکتی ہے بے حیائی سے اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں۔

ف: بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے، اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے۔ بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹاتا ہے، حضرت ابو العالیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى﴾ کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں: اخلاص، اللہ کا خوف، اللہ کا ذکر، جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے اور اللہ کا خوف بُری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآنِ پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے۔

---

[1] مسلم، باب النھی عن رفع البصر، ۴۲۸ [2] مسند الشھاب، وایاک وما یعتذر، ۹۵۲

حضرت ابنِ عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قرب کے اللہ سے دوری پیدا کرتی ہے ❶۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بُری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں، اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دوری پیدا ہوتی ہے ❷، حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے ❸۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے نماز ہی کیا، اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بری باتوں سے رکے ❹۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے ہی چوری کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دیگی ❺۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص بری باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیے، بری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی۔ ہر ہر بری بات کے چھوڑنے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں۔ اس کی برکت سے بری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جاویں گی۔ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

(۸) وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ۔

أخرجه ابن ابی شیبه، کتاب الصلوٰة، باب الركوع والسجود: ۸۴۳۲، (۴۷۴/۲)۔ **ومسلم،** کتاب صلوٰة المسافرين، باب افضل الصلوٰة: ۱۷۶۵، ص (۲۷۸/۲)۔ **والترمذي،** ابواب الصلوٰة، باب ما جاء في طول القيام: ۳۸۷، ص (۱۰۵/۱)۔ **وابن ماجه،** کتاب إقامة الصلوٰة، باب ما جاء في طول القيام: ۱۴۲۱، (۱۸۱/۲)۔۔ **كذافي الدر المنثور** تحت الآية: ۵۳، البقرة۔۔

(حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد "قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ" (اور نماز میں) کھڑے رہو اللہ کے سامنے مؤدب، اس آیت میں رکوع بھی داخل

---

❶ المعجم الکبیر، خطبہ ابن مسعود، ۸۵۴۳
❷ شعب الایمان، باب تحسین الصلاۃ، ۲۹۹۲
❸ الدر المنثور، العنکبوت: ۴۳
❹ تفسیر ابن جریر، العنکبوت
❺ مسند احمد، مسند ابی ہریرۃ، ۹۷۷۸

وفیه ایضا عَنۡ مُجَاهِدٍ فِی قَوۡلِهٖ تَعَالٰی وَقُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قَانِتِیۡنَ قال: مِنَ الۡقُنُوۡتِ الرُّکُوۡعُ وَالۡخُشُوۡعُ وَطُوۡلُ الرُّکُوۡعِ یَعۡنِیۡ طُوۡلَ الۡقِیَامِ وَغَضُّ الۡبَصَرِ وَخَفۡضُ الۡجَنَاحِ وَالرَّهۡبَةَ لِلّٰهِ وَکَانَ الۡفُقَهَاءُ مِنۡ اَصۡحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُهُمۡ فِی الصَّلٰوةِ یَهَابُ الرَّحۡمٰنَ سُبۡحَانَهٗ وَتَعَالٰی اَنۡ یَّلۡتَفِتَ اَوۡ یَقۡلِبَ الۡحَصٰی اَوۡ یَشُدَّ بَصَرَهٗ اَوۡ یَعۡبَثَ بِشَیۡءٍ اَوۡ یُحَدِّثَ نَفۡسَهٗ بِشَیۡءٍ مِّنۡ اَمۡرِ الدُّنۡیَا اِلَّا نَاسِیًا حَتّٰی یَنۡصَرِفَ۔

أخرجه سعیدبن منصور في سننه، تحت قوله تعالىٰ وقوموا الله قانتین، ص (۹۲۱/۳)۔ **وعبدبن حمید**۔۔۔۔ **وابن جریر** في تفسیرہ تحت قوله تعالیٰ وقوموالله قانتین، (۲۳۴/۵)۔ **وابن المنذر**۔۔۔۔ **وابن حاتم** في تفسیرہٖ تحت قوله تعالیٰ وقوموالله قانتین (۴۴۹/۲)۔ **والاصبهانی في الترغیب**، باب الصاد، الترغیب في الصلوٰۃ: ۱۸۹۴، (۲۱۴/۲)۔ **والبیهقی فی شعب الایمان**، کتاب الصلوٰۃ، باب تحسین الصلوٰۃ: ۲۸۸۳، (۵۰۶/۴)۔ **وهذا** أخرما اردن ایراده في هذه العجالة رعایة لعدد الاربعین والله ولی التوفیق وقدوقع الفراغ منه لیلة الترویة من سنة سبع وخمسین بعد الف وثلث مائة والحمدلله اولا واٰخراً۔

ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے کہ لفظِ قنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا، یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ ادھر ادھر دیکھے، یا سجدہ میں جاتے ہوئے کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی اور لغو چیز میں مشغول ہو، یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے، ہاں بھول کے خیال آگیا تو دوسری بات ہے۔

ف: ﴿قُوۡمُوۡا لِلّٰهِ قَانِتِیۡنَ﴾ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں، ایک یہ بھی ہے کہ قانتین کے معنی چپ چاپ کے ہیں، ابتداءِ زمانہ میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ وغیرہ امور جائز تھے، مگر جب یہ آیتِ شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہوگیا[1]، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہوں، میں سلام کرتا حضور جواب دیتے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول تھے، میں نے حسبِ عادت سلام کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا، مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید

[1] بخاري، ابواب العمل فی الصلوٰۃ، باب ماینهی عنه من الکلام فی الصلاۃ، ۱۲۰۰

میرے بارے میں اللہ جل شانہ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو، نئے اور پرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا، پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات پر حضور ﷺ ناراض ہو گئے ہوں، شاید فلانی بات ہو گئی ہو۔ جب حضور ﷺ نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیلی فرماتے ہیں، حق تعالیٰ شانہ نے نماز میں بولنے کی ممانعت کر دی اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللہ کے ذکر، تسبیح، حمد و ثناء کے سوا بات کرنا جائز نہیں [1]۔

معاویہ بن حَکَم سُلمِی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں مدینۂ طیبہ مسلمان ہونے کیلئے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں، منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کے جواب میں یَرْ حَمُکَ اللّٰہُ کہنا چاہیے۔ چونکہ نئی تعلیم تھی، اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیے، ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی میں نے جواب میں یَرْ حَمُکَ اللّٰہ کہا، آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا، مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں، اس لئے میں نے کہا کہ ہائے افسوس! تمہیں کیا ہوا کہ مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو، مجھے اشارہ سے ان لوگوں نے چپ کرا دیا، میری سمجھ میں تو آیا نہیں، مگر میں چپ ہو گیا، جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا، بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں، نماز تسبیح و تکبیر اور قراۃ قرآن ہی کا موقع ہے، خدا کی قسم! حضور ﷺ جیسا شفیق استاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں [2]۔

دوسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ﴿قَانِتِيْن﴾ کے معنی خاشِعِین کے ہیں، یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے۔ اسی کے موافق مجاہد یہ نقل کرتے ہیں کہ جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں، یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جب نماز کے لئے کھڑے

---

[1] تفسیر ابن جریر، العنکبوت

[2] مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ، ۵۳۷

ہوتے تو اپنے آپ کو رسی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں اس پر ﴿طٰهٰ ۝ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ۝﴾ (طه: ۱)۔ نازل ہوئی ❶ اور یہ تو مضمون کتنی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور ﷺ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آ جاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضور ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیئے ❷، ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے، چنانچہ ایک صحابی عورت نے بھی اسی طرح رسی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضور ﷺ نے منع فرمادیا ❸۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہو گی اتنی ہی بہتر اور افضل ہو گی، آخر حضور ﷺ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ کوئی بات تو رکھتا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے تو حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں ❹۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضور اقدس ﷺ نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینۂ مبارک سے رونے کی آواز (سانس رکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی کہ جیسا چکی کی آواز ہوتی ہے ❺۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے ❻۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرما دی ❼۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہوتے ہیں، منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو اور خوبصورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کے لئے اٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے، حق تعالیٰ شانہ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں، تعجب فرماتے ہیں، باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف و

❶ ابن عساکر، باب ذکر تقللہ وزھدہ، ۹۷۶(۴-۱۴۳)
❷ بخاري، كتاب التهجد، ۱۱۵۱
❸ بخاري، ايضا، ۱۱۵۰
❹ بخاري، ايضا، ۱۱۳۰
❺ ابو داود، باب البكاء في الصلوة، ۹۰۴
❻ سنن نسائي، باب البكاء في الصلوة، ۱۲۱۴
❼ صحيح ابن خزيمه، ۸۹۹

عطایا کی امید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے، ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اس نے مجھ سے امید رکھی ہے وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشا[1]۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جائے[2]۔

قرآن و حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت ان کی ایسی ہے جو قیامت تک رکوع ہی میں رہے گی اور ایک جماعت اسی طرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے اور ایک جماعت اسی طرح کھڑی رہتی ہے[3]۔ حق تعالیٰ شانہ نے مومن کیلئے یہ اکرام و اعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اس کو دو رکعت نماز میں عطا فرما دیا، تا کہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اس کو حصہ مل جائے اور نماز میں قرآنِ شریف کی تلاوت ان کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادتوں کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے اس میں لطف میسر ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ نماز کیلئے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو[4]۔ کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ، اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ زیادہ سیر ہو کر نہ کھاؤ، اس سے کاہلی، سستی پیدا ہوتی ہے۔

صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہ نے بارہ چیزوں میں مُنْضَم (جمع) فرمایا ہے، ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تا کہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو، یہ بارہ حسب ذیل ہیں: اول علم، حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے[5]۔ دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیرِ تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں التحیات میں بیٹھنا، اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے۔

پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں: اول، علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں

---

[1] المعجم الکبیر، خطبہ ابن مسعود، ۸۵۳۲
[2] مصنف ابن ابی شیبہ، باب فی فضل الصلاۃ، ۷۶۳۲،
[3] العظمۃ لابی شیخ، ۳۹۹۴
[4] حلیۃ الاولیاء، مسعر بن کدام، ۷۲۵۵(۷۔۲۵۵)
[5] جامع بیان العلم، باب فی فضل العلم، ص ۱۰۰

کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں، کتنی سنت ہیں، تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔

اس کے بعد وضو کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہر اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے، پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں: اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے: اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تا کہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی، گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گزر جائے پتہ نہ چلے۔

پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے: اول یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو، دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے، اس طرح متوجہ ہو۔

پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے: اول یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔ پھر تکبیرِ تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے: اول یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے پھینک دیا) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو۔

پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں: اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو، کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں ادھر اُدھر متوجہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی

شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کریگا۔

پھر قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اول صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔ پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں: اول یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے، نہ نیچا کرے نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سُرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے۔

پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے۔ پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے: اول یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے، دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنٰی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کہ اس میں حضور ﷺ پر سلام ہے، مومنین کے لئے دعا ہے، پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے۔ پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی، تیسرے اس پر ثواب کی امید رکھے۔

حقیقت میں نماز میں بڑی خیر اور برکت ہے، اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لئے ہوئے ہے۔ ایک **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ** ہی کو دیکھ لیجئے، جو سب سے پہلی دعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے۔ **سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ**: یا اللہ! تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے، ہر برائی سے دور ہے، **وَبِحَمْدِکَ**: جتنی تعریف کی باتیں ہیں اور جتنے بھی قابلِ مدح امور ہیں وہ سب تیرے لئے ثابت ہیں اور تجھے زیبا۔ **وَتَبَارَکَ اسْمُکَ**: تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے۔ **وَتَعَالٰی جَدُّکَ**: تیری شان بہت بلند ہے، تیری عظمت سب سے

بالاتر ہے۔ وَلَآ إِلٰهَ غَيْرُكَ: تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی، نہ ہے۔ اسی طرح رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ: میرا عظمت اور بڑائی والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے، اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور اور تکبر کی علامت ہے اور اس کا جھکا دینا نیاز مندی اور فرماں برداری کا اقرار ہے، تو رکوع میں گویا اس کا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے، تو بیشک لڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں۔

اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى میں بھی اللہ کی بے حد رفعت اور بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر بُرائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے، اپنے سر کو اس کے سامنے ڈال دینا ہے، جو سارے اعضاء میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک، زبان ہیں، گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں، اس امید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے۔ اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے ہونے میں تھا، اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے، اسی طرح پوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ یہی اصلی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جیسا کہ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی نماز تھی، وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے [1]۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا، کسی نے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے، پھر وضو کر کے جب مسجد

[1] شعب الایمان، باب تحسین الصلاۃ، ۲۸۸۳

میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر یہ فرماتے: "اِلٰهِيْ عَبْدُكَ بِبَابِكَ يَا مُحْسِنُ قَدْ أَتَاكَ الْمُسِئی وَ قَدْ أَمَرْتَ الْمحسِنَ مِنَّا أَنْ يَتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِئی فَأَنْتَ الْمُحْسِنُ وَ أَنَا الْمُسِئی فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِيْحِ مَاعِنْدِيْ بِجَمِيْلِ مَاعِنْدِكَ يَا كَرِيْمُ" (ترجمہ) "یااللہ! تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے، اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے! بداعمال تیرے پاس حاضر ہے، تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ بروں سے درگزر کریں، تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم! میری برائیوں سے ان خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگزر فرما۔" اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے [1]۔

حضرت زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا، جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آجاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا: کیا تمھیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں؟ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی، یہ نماز میں مشغول رہے لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنے والے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لئے تو فکر کرتے ہیں، ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ کس نے دیا، جب آپ کا انتقال ہوا تو سو گھر ایسے نکلے جن کا گزارہ آپ کی اعانت پر تھا [2]۔

حضرت علی کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کپکپی آجاتی، کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے، جس کو آسمان و زمین نہ اٹھا سکے، پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے، میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں [3]۔

---

[1] الزھد لامام احمد، ۳۶۷
[2] نزھۃ البساتین
[3] احیاء العلوم، ۱۱۵۱

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی، رگیں پھول جاتیں، آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا آپ اس قدر گھبراتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ مؤذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اڑ جائے۔ اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنُّون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی، جب انہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظِ اللہ کے وقت ان پر جلالِ الٰہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان کے بدن میں روح نہیں رہی، بالکل مبہوت سے ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا[1]۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں، بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گزار دیتے، کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گزار دیتے[2]۔

عصام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاتم زاہد بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں، پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں کہ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے، اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے، داہنی طرف جنت ہے اور بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر کوئی اور نماز شاید میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے، اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ ''اَللّٰہُ أَکْبَر'' کہتا ہوں، پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں، اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں، اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے۔ عصامؒ رونے لگے کہ

[1] نزهة البساتين [2] ايضاً

مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہیں ہوئی۔

کہتے ہیں کہ حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی جس کا بے حد اثر تھا، ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی، اس پر رونے لگے اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا، ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے، جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی، یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سعید بن المُسیَب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں: ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر متنبہ کرتا رہے، ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہوا، ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو اور جو ثواب ہو وہ مجھے مل جائے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت پر مجھ پر ایک حملہ کیا، میرے دل میں یہ خیال ڈالا کہ میں افضل ہوں (اس لئے کہ افضل کو امام بنایا جاتا ہے) آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میمون رحمۃ اللہ بن مہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہو چکی تھی "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" پڑھا اور فرمایا کہ نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیرِ اولیٰ فوت ہو جاتی، تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اس کا افسوس کرتے تھے۔

بکر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ اگر تُو اپنے مالک، اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے، کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے؟ فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہو

جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے، سعید تنوخیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی، خلف بن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دِق (تنگ) نہیں کرتیں؟ کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے، یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں، محض اتنی سی بات کیلئے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متحمل مزاج ہے اور پھر اس کو فخریہ بیان کرتے ہیں۔ میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

بَہجَۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے، ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا، لے جاتے ہوئے اس پر نظر بھی پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی، بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا؟ فرمایا: جس چیز میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تو قصہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا، لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا، آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز مین مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے، آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا، فرمایا: کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا، آپ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو، مجھے تمھاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ ربیع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں، مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال وجواب ہو گا۔ عامر بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا، کسی نے ان سے پوچھا کہ تمھیں نماز میں کسی چیز کی بھی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا: ہاں! مجھے خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہو گا اور دونوں گھروں جنت یا

دوزخ میں سے ایک میں جانا ہو گا۔ انہوں نے عرض کیا یہ نہیں پوچھتا، ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں، یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمھاری باتوں کا پتہ چلے۔ ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو (کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے)۔

ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا جس کیلئے اس کے کاٹنے کی ضرورت تھی، لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہیے ان کو پتہ بھی نہ چلے گا، چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ کیا تمھیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آجاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ تمھیں نماز میں کوئی چیز یاد آجاتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

"بہجۃ النفوس" میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لئے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے، وہ انتظار میں بیٹھ گیا، جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے، یہ انتظار میں بیٹھا رہا، نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں۔ عشاء تک اس میں مشغول رہے، یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد و وظائف پڑھتے رہے، اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے، استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی: "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ عَيْنٍ لَّا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ" (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں۔

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ

جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اُٹھ کر نماز میں مشغول ہو جائے اور عرض کرتے، یا اللہ! تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اُڑادی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق واشتیاق میں جاگ کر گزار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں، ہم لوگ اس لذت سے اتنے دور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردد ہونے لگا، لیکن اول تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں، ان کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت کثرت نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے کھڑے گزار دیتے ہیں کہ نہ ان کو تعب (تھکاوٹ) ہوتا ہے نہ نیند ستاتی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں، حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہ کی طرف سے قوت بھی عطا ہوتی ہے۔ ہمارے اس تردد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے نا آشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے۔ حق تعالیٰ شانہ اس لذت تک پہنچادیں تو زہے نصیب۔

آخری گذارش

صوفیہ نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہم کلام ہونا ہے، جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا، نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں، مثلاً زکوۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے، یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گزرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر بھوکا پیاسا رہنا، صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں، غفلت سے بھی اگر متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑیگا، لیکن نماز کا معظّم حصہ ذکر ہے، قرأتِ قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں، ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان (بے معنی گفتگو) ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں

ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے، نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع، اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑگئی ہے اس لئے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے، جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اس کا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو۔

اس لئے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت وہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے، لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پچھلوں کی معلوم ہوئی ہیں، حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے۔ یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے، وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے نہ پڑھنے سے بری طرح کا پڑھنا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے، حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، جیسا کہ پہلے باب میں مفصل گزر چکا ہے، البتہ اس کی کوشش ضرور ہونی چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں، حق تعالیٰ شانہ اپنے لطف سے توفیق عطا فرمائے اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو۔

اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات محدثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابلِ تسامح، باقی صوفیہ کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے۔

وَمَاتَوْفِيقِيۡ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ اَنۡفُسَنَا وَاِنۡ لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِيۡنَآ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ اِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعۡفُ عَنَّا وَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا اَنۡتَ مَوۡلٰنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيۡرِ خَلۡقِهٖ

سَیِّدِالْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہِمْ وَحَمَلَۃِ الدِّیْنِ الْمَتِیْنِ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

محمد زکریا عفی عنہ کاندھلوی

شب دوشنبہ ۷ محرم ۱۳۵۸ھ